

خلافتِ راشدہ کی بنیاد پر

یا اللہ مدد

حقیقی نبوت زندہ باد

در تحقیق و اثبات

شہادتِ امام حسینؑ

کردارِ یزید

تالیف فارسی

مجتہ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم مانوٹوی قدس سرہ

بانی دارالعلوم دیوبند، المتوفی ۱۲۹۷ھ

اُردو ترجمہ

پروفیسر مولانا انوار الحسن شیرکوٹی رحمہ اللہ تعالیٰ

دیباچہ

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ ارشد شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی

رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

تحریکِ خدامِ اہل سنت و الجماعت

کرم آباد ○ وحدت روڈ ○ لاہور

غلاف ارشد و حق باریاد

یا اللہ مدد

مجموعت زندہ باد

در تحقیق و اثبات

شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ

کردارِ یزید

تالیف فارسی

محبۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ

بانی دارالعلوم دیوبند، اتوفی ۱۲۹۷ھ

اُردو ترجمہ

پروفیسر مولانا نور الحسن شیر کوٹی رحمۃ اللہ تعالیٰ

دیباچہ

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ ارشد شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مبنی

رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

تحریک ختمِ اہل سنت و الجماعت

کرم آباد ○ وحدت روڈ ○ لاہور

آئینہ رمضانیں شہادت امام حسینؑ کو دار یزید

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	کلمات بابرکات	۳	۲۵	شہادت کی دوسری وجہ	۴۳
۲	التمہید فی بیان فسق یزید	۴	۲۶	شہادت امام حسینؑ کا اثبات (از حضرت نونوؒ)	۴۴
۳	دیباچہ الکتاب حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب	۱۶	۲۷	مقدمہ اول	۴۴
۴	مسک اعتدال	۱۷	۲۸	مقدمہ دوم	۴۷
۵	حضرت علیؑ کی توہین	۱۸	۲۹	مقدمہ سوم در حقیقت اجماع	۴۷
۶	امام حسینؑ کی توہین	۲۰	۳۰	مقدمہ چہارم	۴۸
۷	یزید اور عباسی	۲۱	۳۱	مقدمہ پنجم	۴۸
۸	یزید فارسی معظم کی پیروی میں	۲۳	۳۲	مقدمہ ششم	۵۲
۹	کوہ دار یزید کا دوسرا پہلو	۲۳	۳۳	خلافت کی بیات اور اہلیت کے بارے میں	۵۷
۱۰	یزید کا حقیقہ کو سدھانا	۲۴	۳۴	دلیل اول	۵۸
۱۱	یزید کے حرم میں مغنیہ	۲۵	۳۵	دلیل دوم	۵۸
۱۲	مقام عبرت	۲۶	۳۶	شعبہ	۶۳
۱۳	سندیوی بنی عباسی	۲۷	۳۷	یزید کی وسیعہ پر بحث	۷۶
۱۴	تکالیف مساویہ یزید کی تائید از سندیوی	۲۸	۳۸	رسولی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب یزید اور اس کے رفقاء کے بارے میں۔	۷۶
۱۵	اکابر اسلام اور سندیوی	۳۰	۳۹	امیر معاویہؓ کا خلافت کے بارے میں نظریہ	۷۷
۱۶	حضرت مولانا نونوؒ	۳۲	۴۰	حضرت امیر معاویہؓ کے بعد یزید کی حالت	۷۸
۱۷	ایک غلط فہمی کا ازالہ	۳۴	۴۱	کر بلا کا حادثہ اور غزوہ احد و حنین	۸۰
۱۸	لقب سید الشہداء	۳۵	۴۲	نیت پر دار و مدار	۸۲
۱۹	التمہید فی بیان فسق یزید	۳۵	۴۳	شہادت امام حسینؑ کی دوسری وجہ	۸۳
۲۰	حضرت گلگوئیؒ و حضرت نونوؒ	۳۶	۴۴	یزید کی بیعت پر اجماع اور اس کا جواب	۸۴
۲۱	حضرت نونوؒ کا خواب	۳۷	۴۵	امام نونوؒ کا اجماع بیعت پر نظریہ	۸۵
۲۲	دیوبندی حضرات کی خدمت میں	۳۸	۴۶	قاضی عیاضؒ کا قول	۸۶
۲۳	خلاصہ مضمون مکتوب حضرت نونوؒ	۴۰	۴۷	جہاد پر سنت فقہاء محدثین اور تکلیف کا قول	۸۸
۲۴	شہادت کی پہلی وجہ	۴۳			

کلماتِ بابرکات

قائد اہل سنت الحاج حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب امت برکاتہم
بانی و مرکزی اہل سنت پاکستان

پاکستان میں اہل سنت والجماعت کی غفلت اور ناواقفیت کی وجہ سے
شیعیت وغیرہ دوسرے فتنوں کے ساتھ خارجیت بعنوان یزیدیت کا فتنہ بھی پھیل رہا
ہے جس میں دیوبندی حلقہ بھی مبتلا ہو رہا ہے۔ تحریک خدام اہل سنت کے ایک نوجوان
عالم قاری شیر محمد صاحب علوی سلمہ وفاضل جامعہ اشرفیہ لاہور، نے اجتہاد اسلام حضرت
نانوتوی قدس سرہ کا یہ محققانہ مکتوب کتابی صورت میں شائع کر کے ایک اہم دینی خدمت
مہم انجام دی ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ انہوں نے ابتدائے شروع کے طور پر اپنا ایک جامع مقالہ
ب عنوان ”التمہید فی بیان فسق یزید“ بھی اس میں شامل کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ علم و عمل میں
میں ترقی عطا فرمائیں۔ آمین بجاو رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی دابرکاتہم
صدر مفتی جامعہ اشرفیہ، لاہور

احقر نے یہ رسالہ سنا ہے یعنی ”التمہید فی بیان فسق یزید“ اور ٹھیک سمجھا ہے
نقول صحیحہ پیش کی گئی ہیں۔ اس لئے اس میں تردد کی گنجائش نہیں مگر لغت سے کف
لسان محققین کا معمول ہے وہی درست ہے۔ واللہ اعلم جمیل احمد تھانوی مفتی جامعہ
اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

”التمہید فی بیان فسق بزید“

از قلم
شیر محمد علوی

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده
وعلى آله واصحابه والذين اوفوا عهده

اما بعد۔ برادرانِ اہلسنت زیر نظر رسالہ مبارکہ حجتہ الاسلام استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی ^{رحمۃ اللہ علیہ} متوفی ۱۳۹۹ھ ہانی دارالعلوم دیوبند و خلیفہ اعظم قطب العالم اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ کا ہے حضرت نانوتوی قدس سرہ کے بارے میں کچھ کہنا یا لکھنا درحقیقت سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ حضرت نانوتوی قدس سرہ کا نام ہی رسالہ کے مستند ہونے کی کافی دلیل ہے۔ یہ رسالہ دراصل حضرت کا ایک طویل مکتوب گرامی ہے جو آپ نے اپنے مایہ ناز شاگرد رشید حضرت مولانا فخر الحسن صاحب گنگوہی محشی سنہایں اود کے نام تحریر فرمایا تھا۔ اور حضرت نانوتوی کی تصحیح کے ساتھ سب سے پہلے منشی ممتاز علی صاحب میرٹھی مرحوم نے مطبع مجتبائی سے ۱۳۹۲ھ میں شائع کیا جو کہ قاسم العلوم کے نام سے چھپا تھا جس میں حضرت کے اور بھی کئی مکتوبات تھے۔ بعد ازاں پروفیسر مولانا انوار الحسن صاحب شیرکوٹی مرحوم نے ان کا اردو ترجمہ کر کے ناشرانِ قسراں لاہور سے طبع کرایا۔ اسی ترجمہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے خدام اہل سنت پاکستان کو توفیق عطا فرمائی کہ اس مکتوب شریف کے دوبارہ زیور طبع سے راستہ کے کئی مسلمانوں کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں

حضرت نانوتوی قدس سرہ نے اس مکتوب گرامی میں شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ پر مجتہدانہ بحث فرمائی ہے اور یہ بھی ثابت فرمایا ہے کہ یزید کے کردار میں مستبدانہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کا دامن بالکل پاک ہے اور ان پر کوئی اعتراض نہیں آسکتا۔ قارئین پر رسالہ کے مطالعہ کرنے کے بعد یہ چیز واضح ہو جائے گی۔ ہماری وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔

جمہور امت نے یزید کو فاسق قرار دیا البتہ ہم باحوالہ بہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ یزید کو جمہور امت اور اساطین اسلام نے فاسق قرار دیا ہے بلکہ بعض نے تو کفر بھی فرمائی کہ محتاط و محتار مسک

۱۔ حضرت نانوتوی قدس سرہ نے بھی جمہور امت کی طرح یزید کو فاسق و فاجر تحریر فرمایا ہے چنانچہ زیر نظر مکتوب گرامی میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے اور اسی طرح آپ نے ایک اور مکتوب میں جو کہ فیوض قاسمہ میں طبع ہوا ہے اس میں فرماتے ہیں سو یزید بالاتفاق وقت اعلان فسق و فجور مستحق اس کا یہ تھا بلکہ غائب تھا فیوض قاسمہ صفحہ ۱۰ مطبوعہ دیوبند۔ نیز فرماتے ہیں۔ یزید پلید اور عبد الملک وغیرہ کوشیوں میں کوئی ایک بھی خلیفہ راشد (موجود) نہیں سمجھتا۔ جو بہ اربعین صفحہ ۸۵ مطبوعہ جدید گوجرانوالہ۔ اس کے بعد لکھتے ہیں۔ سو خلیفہ راشد جوئیاریا حضرت یزید اور یزید ولید عبد الملک وغیرہ مروانی عباسی اکثر خلف تھے جو بہ اربعین صفحہ ۱۸ اس کے بعد یزید تحریر فرماتے ہیں۔ خلیفہ کی دو قسمیں ہوں گی ایک خلیفہ راشد یہ تو درجہ چار یا تین اور پانچ پانچ چھ مہینے کے لیے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ہو گئے تھے۔ دوسرا خلیفہ غیر راشد اور خلیفہ غیر راشد کو بادشاہ اور ملک بھی شیعوں کی اصطلاح میں کہتے ہیں۔ یزید اور عبد الملک وغیرہ سب ہی قسم کے ہیں۔ ہاں۔ عمر بن عبد العزیز البتہ مروانیوں میں سے خلیفہ راشد ہوئے ہیں فقط صفحہ ۱۸۸۔ نیز حضرت نانوتوی قدس سرہ اپنی معرکہ الاراکات ہدیتہ الشیعہ کے صفحہ ۲۸۱ مطبوعہ جدید لاہور تحریر فرماتے ہیں۔ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے بعد شہادت حضرت عثمان کے خلافت منسوبہ (بزع شیعہ) قبول کی اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ یزید پلید سے خلافت منسوبہ کے طالب ہوئے یہاں تک کہ نوبت شہادت کی پہنچی۔ جن حضرات نے یزید پر کفر کا فتویٰ دیا ہے ان میں یہ سہتی وقت حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی (۱۲۲۵ ہجری) ہر فرہست میں چنانچہ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے السیوطی رد مظہر وفاق کتب زمانہ رحمہ ۷۲۸ صفحہ ۹۱ تفسیر مظہری اردو مطبوعہ دہلی صفحہ ۶۷۷ ج ۹۔ تحت آیت اختلاف عربی صفحہ ۵۴ ج ۶۔ نیز فرماتے ہیں یزید نے دین محمدی کا انکار کر دیا۔ تفسیر مظہری اردو صفحہ ۳۰۷ ج ۸۔ تحت آیت الم تر ان الذین بدلوا نعمت اللہ کفرًا۔ اور اسی طرح علامہ آلوسی حنفی فرماتے ہیں والاقول اللہ یغلب علی الخبیث لم یکن مصداقاً رسالۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ روح المعانی صفحہ ۶۶ ج ۲۶۔ (باقی حاشیہ صفحہ نمبر ۶ پر)

یہ ہے کہ تکفیر اور لعن سے کف لسان کیا جائے۔ مگر اسکو خلیفہ عادل بھی نہ کہا جائے جیسا کہ بعض خود ساختہ محقق کہتے ہیں کہ یزید خلیفہ عادل تھا۔ اور تمام وہ بزرگ جو یزید کو فاسق قرار دیتے ہیں انہوں نے تحقیق نہیں کی۔ یہ ایک ایسا سنگین الزام ہے جو آج تک علماء دیوبند پر کسی دشمن نے بھی نہیں لگایا۔ اس کا تو یہ مطلب ہو کہ جن بزرگوں نے یزید کو فاسق قرار دیا ہے وہ سارے غیر محقق اور غیر فحاش تھے بلکہ بقول استادنا الملکم حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہم معاملہ اس کے برعکس ہے یعنی، وہ لوگ جو یزید کو صالح قسار دیتے ہیں اگر تحقیق کرتے تو وہی کچھ کہتے جو ان بزرگوں نے کہا یزید فاسق تھا۔ اب حوالہ جات ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) واما الحسين فانه لما ظهر فسق يزيد عند الكافة من اهل عصره۔ لیکن حسینؑ تو جب یزید

سابقہ بقایا، اسی طرح امام بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یزید پر واقعہ حرہ کی وجہ سے کفر فرمائی ہے۔ سوال فی یزید بن معاویہؑ الامام ابن تیمیہؒ صفحہ ۱۰۷ اور امام ابن جوزیؒ نے بھی یزید کو کافر قرار دیا ہے بلکہ اس مسئلہ پر ایک مستقل کتاب تصنیف فرمائی ہے ابو الرود علی المتعصب العنید المانع من یزیدؑ، السیف المسیلول صفحہ ۸۸ ملے مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی ندوی تحریر فرماتے ہیں کہ یزید ایک صالح مسلمان تھے اور خلیفہ عادل بھی تھے۔ جواب شافی صفحہ ۷۱۔ مؤلفہ مولانا سندیلوی

۷۱۔ جواب شافی صفحہ ۱۶۔ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں۔ ومن امن بالله واليوم الآخر لا يخاف احدكم من يزيده ولا معاشه من الملوك الذين ليسوا بعباديين۔ اور جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ یزید یا اس جیسے غیر عادل بادشاہوں کے ساتھ بھی ہو سکے سوال فی یزید بن معاویہ صفحہ ۲۰۲۔ ابن جوزیؒ نے قاضی ابویعلیٰ سے روایت کی کہ انھوں نے اپنی کتاب معتقد الاصول میں اپنی اسناد سے صالح بن احمد بن حنبلؒ سے روایت کی کہ صالح نے کہا۔ اے اباجی ایک قوم ہمیں یزید کی دوستی کا الزام دیتی ہے امام احمدؒ نے فرمایا۔ اے بیٹے جو خدا پر ایمان رکھتا ہے وہ یزید کے ساتھ دوستی نہیں کر سکتا اور جن پر خدا نے اپنی کتاب میں لعنت فرمائی اس پر لعنت کیوں نہ جائے۔ اب

السيف المسیلول صفحہ ۸۸۔ حواشی مرقۃ صفحہ ۲۲۷۔ اور اس کے بعد امام احمدؒ نے سورہ محمد کی آیات تلاوت فرمائیں امام ابن تیمیہؒ اور امام احمدؒ کی عبارتوں پر مولانا سندیلوی غور فرمائیں کہ یزید کی محبت سے کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ ۱۲۔ علوی عفی عنہ

کافسق و فاجر اس کے دور کے سب لوگوں کے نزدیک نمایاں ہو گیا۔ مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۲۱۶ تحت الفصل التاسع والعشرون فی معنی البیعة۔ ۱۷

(۲) وبعد اتقاہم علی فسخہ اختلافی جواز لعنہ بخصوص اسمہ۔ اور یزید کے فسق پر متفق ہونے کے بعد اختلاف ہوا اس پر نام لیکر لعنت کرتے ہیں۔ الصواعق المحرقة صفحہ ۲۲ مطبوعہ ملتان صاحب اتحاف السادہ فخر اجلہ العلوم صفحہ ۴۸۸ ج ۷ پر لکھتے ہیں :-

قال ابن حجر المکی وهو الالیق بقواعد المذہب فلا یحوز لعنہ وان کان فاسقاً
خیثاً۔ ترجمہ۔ اگرچہ یزید فاسق و ضعیف تھا مگر اس پر لعنت کرنی جائز نہیں۔

(۳) شیخ الاسلام علامہ امام ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں۔ ومن جعلہ من الخلفاء
الراشدين المہدیین فهو ایضاً ضالاً مبتدعاً کاذباً۔ اور جو شخص یزید کو خلیفہ راشد کہے
وہ گمراہ بدعتی اور جھوٹا ہے۔ سوال فی یزید بن معاویہ صفحہ ۱۵ مطبوعہ بیروت ۱۳۹۶ھ

(۴) فاضل جلیل حضرت مولانا عبدالحق حقانی صاحب تفسیر حقانی (۱۳۶۴ھ) تحریر فرماتے
ہیں۔ ان (حضرت معاویہ) کے بعد ان کا بیٹا یزید بد بخت ان کی جائے حاکم ہوا اس
ناتاق و دنیا دار نے،، یزید تحریر فرماتے ہیں۔ اس کم بخت کے بے دین ہونے میں کیا
شک ہے،، ملاحظہ ہو عقائد الاسلام مولانا عبدالحق صاحب حقانی مطبوعہ کراچی۔ اس کتاب
پر مندرجہ ذیل اکابر کی تقریقات ہیں۔ مجمعہ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی حضرت
مولانا حبیب الرحمن صاحب عثمانی سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند! ماموٹین حضرت علامہ سید محمد انور شاہ
کشمیری مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی کفایت اللہ صاحب۔

۱۷ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہم مہتمم دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں
بہر حال مخالفین یزید تو اسے فاسق جانتے ہی تھے مباہیین (بیعت کرنے والے) یزید بھی اسے
فاسق ہی سمجھتے تھے اس لئے اس کافسق متفق علیہ ہے جسے ابن خلدون نے عند الکافہ کے لفظ
سے تعبیر کیا ہے شہید کربلا۔ اور یزید صفحہ ۸۹ طبع جدید لاہور

(۵) قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحبِ مکتبہ گنگوہی قندھار (م ۱۳۲۲ھ) فرماتے ہیں بعض ائمہ نے جو یزید کی نسبت کفر سے کف لسان کیا ہے وہ احتیاط ہے کیونکہ قتل حسینؑ کو حلال جاننا کفر ہے۔ مگر یہ امر کہ یزید قتل کو حلال جانتا تھا متحقق نہیں۔ لہذا کافر کہنے سے احتیاط رکھے مگر فاسق بے شک تھا الخ فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۴۹۔ مطبوعہ کراچی نیز فرماتے ہیں۔ مگر اجماع جیسا پانچ پہلوں پر ہوا تھا یزید پر کون سا اجماع اہل حق پر تھا وہ تو متغلب بزور ہو گیا تھا اور اجماع عوام کچھ معتبر نہیں۔ ہدایتہ الشیعہ صفحہ ۹۵۔ اس کے بعد فرماتے ہیں۔ اب حقیقت خلفائے خمسہ کی اور تغلب یزید پلید کا مثل آفتاب روشن ہو گیا اگر کو ر باطن نہ سمجھے تو کسی کا کیا قصور۔ ہدایتہ الشیعہ صفحہ ۹۵ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی۔

(۶) مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانی دیوبندی (م ۱۳۴۷ھ) یزید کے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ در ظلم وجور تعدی وفسق او کلام نیست الخ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مطبوعہ دیوبند مرتبہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی۔ یزید کے مظالم وغیرہ اور فسق میں کوئی اختلاف نہیں ہے صفحہ ۸۰، جلد نمبر ۶۱۵۔

(۷) امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ صاحب کشمیری تحریر فرماتے ہیں۔ مگر بلا کے میدان میں حسینؑ ابن علی رضی اللہ عنہ کی جنگ یزید سے اور حرہ و مدینہ میں اہل مدینہ کی جنگ

۱۔ یہ جنگ یزید کے زمانہ میں ذوالحجہ ۶۳ھ اہل مدینہ کے ساتھ لڑی گئی اور یزید کی طرف سے مسلم بن عقبہ اس پر مارا تھا اس جنگ میں اہل مدینہ پر بڑے بڑے ظالم ہوئے۔ اور یہ ایام یزیدی دور کے سیوا ترین ایام ہیں چنانچہ مؤرخ مدینہ علامہ سمہودیؒ مرحوم و مفور (م ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں۔ وکانت وقعتہ المرحۃ و قتل الحسین، ورمی الکعبۃ بالمخبط من شیخ شیئ جری فی ایام یزید۔ وفاء الوفا ص ۳۲ مقتولین کی مجموعی تعداد بہت زیادہ ہے البتہ جو مہاجرین و انصار صحابہؓ اور حلیہ القدر تابعین اس میں شہید ہوئے وہ ایک ہزار سات سو اور عورتوں بچوں کے علاوہ مخلوط لوگ جو شہید ہوئے وہ دس ہزار افراد ہیں (باقی اگلے صفحہ پر)

عقبہ بن مسلم کی فوج سے (جو یزید کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا) اور مکہ میں عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی جنگ حجاج سے نیز عبد الرحمن بن اشعث کے واقعہ میں قراء قرآن کی جنگ حجاج سے، اسی قبیل سے ہیں (یعنی ظالموں کے خلاف ان کے ظلم و

القبیۃ حاشیہ صفحہ نمبر ۴۱ اور سات سو حفاظ قرآن اور ستانوے قرشی شہید ہوئے۔ وفاء الوفا ص ۱۲۶
ج نمبر تاریخ الخلفاء للسید علی ص ۸۱ اور مسجد نبوی میں تین دن رات تک اذان نماز نہیں ہو سکی وفاء الوفا
ص ۱۳۸ ج نمبر ۱ چنانچہ سیدنا سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ میں مسجد کے اندر پناہ گزین تھا اور جب
بھی نماز کا وقت آتا تھا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف سے اذان کی آواز سنتا تھا۔ وفاء الوفا
ص ۱۴۲ ج نمبر ۱ نیز مسجد نبوی علی عاصم الصلوٰۃ والسلام میں ان دنوں گھوڑے باندھے گئے اور وہ
مسجد شریف میں لید اور پیشاب کرتے رہے۔ وفاء الوفا ص ۱۳۶ ج نمبر ۱ اور جب جنگ سے فراغت
کے بعد یزیدی علم و بار یزیدی میں آیا تو یزید نے ان کا شکریہ ادا کیا اور ان کو اپنا مقرب بھی بنایا۔ فلما قدم
مروان علی یزید شکرتہ والک واناؤ۔ وفاء الوفا ص ۱۴۲ ج نمبر ۱ نیز جلیل القدر صحابی رسول صلی اللہ علیہ
وسلم سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے گھر کا سارا سامان لوٹ لیا گیا اور ان کی ریش مبارک اکھڑی
گئی۔ العیاذ باللہ۔ روی الطبرانی عن ابی ہارون العبدی قال۔ رأیت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ
مقطع الحیۃ۔ فقلت تعبت لبحیثک۔ قال۔ لا۔ ہذا ما اقبلت من ظلمۃ الی انشام۔ وغلوا زمن الحسرة
فاخذوا ما کان فی البیت من متاع وخرقی ثم دخلت طائفتہ اخری فلم یجدوا فی البیت شیئاً
فاسفوا ان یخرجوا بغیر شیء۔ فقالوا۔ اصبحوا الشیخ فجعل کل یأخذ من لحتی خصلۃ۔ وفاء الوفا ص ۱۳۵
ج نمبر ۱ جس یزید کو مولانا سندیلوی ندوی خلیفہ عادل ثابت فرماتے ہیں اس کے مظالم کی داستان بڑی
طویل ہے ہم نے بطور نمونہ چند ایک مظالم کا ذکر کر دیا ہے۔ باقی کو ان پر قیاس کر کے سمجھ لیا جائے کہ وہ
کیسا خلیفہ عادل تھا۔ کیا یہ تمام اکابر بلا تحقیق ہی باتیں لکھ دیا کرتے تھے آج چودہ سو سال بعد صرف
یزیدی گروہ کے سرخیل سندیلوی صاحب کو ہی صحیح واقعات کا علم ہوا ہے اور آج تک کسی فرد واحد کو
بھی صحیح واقعات کا علم نہیں ہو سکا۔ ۹۔ یا پھر سندیلوی صاحب کے پیش و امجد و احمد عباسی نے تحقیق
کی ہے۔ یزید کو خلیفہ عادل کہنا درحقیقت ان تمام بزرگوں کی غلطی کرنا ہے جو یزید کو فاسق و فاجر
کہہ چکے ہیں اور جن کی کفش برداری کو خود مولانا سندیلوی صاحب بھی باعث سعادت جانتے

میں ملاحظہ ہو۔ جواب شافی ص ۱۶ مؤلف مولانا محمد اسحاق سندیلوی ندوی۔ ۱۲

۱۰۔ اصل نام مسلم بن عقبہ ہے یہ قلب مکانی سہو کتابت ہے۔ علوی غفرلہ

جو رے بچنے کے لئے لڑی گئی ہیں (الح) اکفار الملحدین مترجم ص ۶۸ مطبوعہ مجلس علمی کراچی ترجمہ مولانا محمد ادریس صاحب میرٹھی۔

(۸) امام المحققین حضرت مولانا علامہ عبدالحی لکھنوی قدس سرہ (م ۱۲۳۵ھ) سے سوال کیا گیا درحق یزید چگونہ اعتقاد باید داشت؟ یزید کے بارہ میں کیا عقیدہ رکھنا چاہیے۔ تو جواب میں بہت سے اقوال نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ و مسلک اسلم آن ست کہ آن شقی را بمنفرت و ترجم ہرگز یاد نباید کرد و بہ لعن او کہ در عرف مختص بکفار گشتہ زبان خود را آلودہ نباید کرد و الح۔ کہ یزید کے متعلق اسلم ترین مسلک یہ ہے کہ اس (یزید) بد بخت کو مغفرت اور رحمۃ اللہ کے کلمات سے ہرگز یاد نہ کرے اور نہ ہی لعنت سے اپنی زبان کو آلودہ کئے بخ
فتاویٰ عبدالحی ص ۹۷ ج نمبر ۳ (مطبوعہ یونیورسٹی لکھنؤ)

(۹) علامہ علی القاری حنفی رحمۃ اللہ نے بھی یزید کو خلفاء جو میں شمار کیا ہے ملاحظہ ہو شرح فقہ اکبر ص ۱۱۷ مطبوعہ شاہدہ دہلی ۱۲۷۷ھ

(۱۰) استاذ العلماء رئیس المتکلمین حضرت الاستاذ مولانا محمد ادریس کاندھلوی قدس سرہ (م ۱۳۹۴) تحریر فرماتے ہیں

« امام حسین رضی اللہ عنہ کا یزید پلید سے مقابلہ »

امام حسینؑ کا خروج خلافت راشدہ کے دعویٰ کی بنا پر نہ تھا اس لئے کہ خلافت راشدہ کی مدت تیس سال گذر چکی تھی بلکہ مسلمانوں کو ظالموں کی حکومت سے چھڑانا تھا کہ مسلمانوں پر ظالم اور فاسق و فاجر کی حکومت قائم نہ ہو جائے۔ اس لئے کہ یزید کی حکومت ابھی پوری طرح قائم نہ ہوئی تھی۔ اہل مکہ اہل مدینہ اور اہل کوفہ نے ابھی تک یزید کے ہاتھ پر بیعت نہ کی تھی اور حضرت امام حسینؑ اور عبد اللہ بن عباسؑ اور عبد اللہ بن عمرؑ اور عبد اللہ بن زبیرؑ نے بھی بیعت نہ کی۔ اور احادیث میں جو یہ آیا ہے کہ بادشاہ وقت سے بغاوت اور اس کی اطاعت سے خروج جائز نہیں

اگرچہ وہ بادشاہ ظالم ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ جس بادشاہ کا بلا نزاع اور بلا مزاحمت کامل تسلط ہو جائے وہ اگرچہ ظالم ہو اس کی اطاعت سے خروج اور بغاوت جائز نہیں اور جس کا بھی تک تسلط ہی نہ ہوا ہو اور ہنوز اس کی حکومت ہی قائم نہ ہوئی ہو تو اس کا مقابلہ خروج اور بغاوت نہ کہلائے گا۔ دفع تسلط اور رفع تسلط میں بڑا فرق ہے قائم شدہ تسلط کا رفع یعنی اس کا ازالہ خروج اور بغاوت ہے اور کسی ظالم کے تسلط کو قائم نہ ہونے دینا اس کا نام منع تسلط ہے۔ حضرت امام حسینؑ کا خروج بزیہ پلید کے دفع اور منع تسلط کے لئے تھا نہ کہ رفع تسلط کے لئے۔ ماخوذ از فتاویٰ عزیزی ص ۲۲۔ ج نمبر ۱۔ خلافت راشدہ طبع اول ص ۲۰۸، ۲۰۹ مصنف مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ (۱۱) امام پاکستان رائس المحققین علامہ دوران استاذنا المکرم حضرت مولانا سید احمد شاہ بخاری قدس سرہؒ چوکیروی (۱۳۸۹ھ)

۱۵ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ (۱۲۳۹ھ) تحریر فرماتے ہیں۔ خروج حضرت امام حسینؑ بنا بر دعویٰ خلافت راشدہ بینا مبرکہ بمرور سی سال منقضی گشت نبود بلکہ بنا بر تخلص رعایا از دست ظالم بود و اعانۃ المظلوم علی الظالم من الواجبات۔ و آنچه در مشکوٰۃ ثابت است کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم از بیغی و خروج ہر پادشاہ وقت اگرچہ ظالم باشد منع فرمودہ اند پس در آن وقت است کہ آن پادشاہ ظالم بلا نزاع و مزاحم تسلط تاسم پیدا کر وہ باشد و ہنوز اہل مدینہ و اہل مکہ و اہل کوفہ بتسلط بزیہ پلید راضی نشدہ بودند و مثل حضرت حسین و عبد اللہ بن عباس و عبد اللہ بن عمر و عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم بیعت نکردہ بالجملہ خروج حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ برائے دفع تسلط او بودند برائے رفع تسلط و آنچه در حدیث منوع است آن خروج است کہ برائے رفع تسلط سلطان جائز باشد و الفرق بین المدفع و الرفع ظاہر مشہور فی المسائل الفقہیہ۔ فتاویٰ عزیزی ص ۲۲ ج نمبر ۱ مطبوعہ مجتہبی دہلی السلام

۱۶ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ قطب زمان حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ کے اجلہ خلفاء میں سے تھے اور سنی و شیعہ نزاعی مسائل میں اللہ تعالیٰ نے خاص مہارت بخشی تھی آپ نے کئی سال تک پندرہ روزہ، الفاروق و در رسالہ چوکیرہ سے نکالا جو شیعہ اعتراضات کا جواب اور ناموس مجاہد کا با بیان تھا۔ آپ چوکیرہ ضلع سرگودھا میں مدرسہ عربیہ دار الہندی (باقی شمشہ صفحہ پر)

یزید اور واقعہ کربلا کے سلسلہ میں ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔
 س۔ واقعہ کربلا میں کس حد تک یزید کا ہاتھ ہے؟ اور وہ اس وقت کربلا سے کتنا دور تھا
 کیا وہ قابل و شنام ہے۔ کیا یہ سچ ہے۔ کہ وہ فاسق و فاجر تھا؟

جواب۔ واقعہ کربلا کی تمام تر ذمہ داری یزید پر عائد ہوتی ہے۔ وہ اگرچہ اس واقعہ کے
 وقت ظاہر میں کربلا سے بہت دور تھا۔ مگر حقیقت میں وہ اسی قدر نزدیک تھا کیونکہ
 کوئی کام اس کی رائے کے بغیر نہیں ہو رہا تھا۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی عظیم
 شخصیت پر ہاتھ ڈالنا کسی فوجی افسر یا کسی صوبہ کے گورنر کا ذاتی فعل نہیں ہو سکتا۔
 ہم اس موقع پر اہل سنت کی مشہور و معروف درسی کتاب شرح عقائد نسفیہ کی ایک
 عبارت پیش کرتے ہیں جو سوال مذکور کے ہر ایک جز کا شافی جواب ہوگی۔ دیکھو کتاب
 مذکور مطبوعہ دیوبند۔ ص ۱۱۳۔

والحق ان رضا یزید یقتل الحسین واستبشارہ بذلک واپہانتہ اہل بیت النبی علیہ السلام ما
 تو اتر معنا وان کا تفصیلہ احاد افنح لا تتوقف فی شانہ بل فی ایمانہ لعنہ اللہ علیہ و علی النصار
 واعوانہ (ترجمہ) اور حق بات یہ ہے کہ امام حسینؑ کے قتل پر یزید کا راضی ہونا اور پھر
 اس پر خوشی کا ظاہر کرنا اور نبیؐ کے گھرانے کو رسوا کرنا اگرچہ لفظوں کے اعتبار اخبار احاد ہیں
 مگر معنی کے رو سے متواتر ہیں پس ہمیں اس کے بے ایمان ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے
 اس لیے ہم کہتے ہیں کہ خدا کی لعنت ہو یزید پر اور اس کے امداد کرنے والوں پر چاہے امداد
 مشورہ سے کریں اور چاہے اسلحہ سے اس کی امداد کریں۔

(نوٹ) شرح عقائد کی مذکورہ بالا عبارت میں غور کرو۔ اس میں صیغہ متکلم مع الغیر اپنی ذات

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۱) کے بانی اور صدر مدرس رہے۔ مگر زندگی کے آخری چند سال اپنے سرگودھا شہر
 میں گزارے وہاں ایک عظیم الشان مسجد جامع مسجد فاروق اعظمؓ اور ایک مدرسہ دارالعلوم فاروق اعظم
 قائم فرمایا مگر آپ تھوڑا ہی عرصہ بعد میں حیات رہے بالآخر ۱۳۸۹ھ کو انتقال فرمایا اور اپنے آبائی
 گاؤں اجٹالہ ضلع سرگودھا میں مدفون ہوئے۔ ۱۴۰۱ھ شیعہ محمد علی غفرلہ

کی نہیں بلکہ تمام اہل سنت کی ترجمانی کر رہا ہے۔ اور علم عقائد کی کتابوں میں صرف اسی شرفِ عقائد کو نصابِ تعلیم کے اندر داخل ہونے کا شرف حاصل ہے اور آج تک کسی عالم نے اس کتاب کو نصابِ تعلیم سے خارج کرنے کا ارادہ نہیں کیا۔ پندرہ روزہ "الفاروق" چوکیدہ ص ۲۲ - ۱۵ مئی ۱۹۵۷ء ج نمبر ۱۴ شمارہ نمبر ۱۴ تقریباً اسی قسم کی تفصیل علامہ تقی عثمانی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب عقائد شرح مقاصد میں تحریر فرمائی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے مطبوعہ جدیدہ (۱۲) حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا الشاہ اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ (۱۳۶۲ھ) ایک طویل سوال کا جواب تحریر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ یزید فاسق تھا اور فاسق کی ولایت مختلف فیہ ہے۔ دوسرے صحابہؓ نے جائز سمجھا۔ حضرت امام (حسینؓ) نے ناجائز سمجھا اور گواہ میں انقیاد جائز تھا مگر واجب نہ تھا اور متمسک بالحق ہونے کے سبب یہ مظلوم تھے اور مقتول مظلوم شہید ہوتا ہے۔ شہادت غزوہ کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بس ہم اسی بنائے مظلومیت پر ان کو شہید مانیں گے۔ باقی یزید کو اس قتال میں اس لئے معذور نہیں کہہ سکتے کہ وہ مجتہد سے اپنی تقلید کیوں کرتا تھا خصوص جب کہ حضرت امامؓ آخر میں فرمانے بھی لگے تھے کہ میں کچھ نہیں کہتا۔ اس کو تو عداوت ہی تھی۔ چنانچہ امام حسنؓ کے قتل کی بنیاد ہی تھی۔ اور مسئلہ کی اطاعت کا جواز الگ بات ہے مگر مسئلہ ہونا کب جائز ہے۔ خصوص نااہل کو۔ اس پر خود واجب تھا کہ معزول ہو جاتا۔ پھر اہل حل و عقد کسی اہل کو خلیفہ بناتے۔ امداد الفتاویٰ ص ۱۶ ج نمبر ۱۳ (۱۳) امام ربانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہ (م ۱۰۲۷ھ) تحریر فرماتے ہیں۔ یزید بے دولت از اصحاب نیست در بد بختی او کرا سخن کارے کہ آن بد بخت کردہ پیچ کافر فرنگ ننگند۔ بعضی از علماء اہل سنت کہ در سن او توقف کردہ اند نہ انگہ ازوے راضی اند بلکہ رعایت احتمال رجوع و توبہ کردہ اند۔ مکتوبات امام ربانی ص ۱۳۲ دفتر اول مطبوعہ ترکی جس کا حاصل یہ ہے کہ یزید بد بخت صحابی نہیں ہے اور اس کے

بدبخت ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے اس بدبخت نے ایسے کام کیے جو فرنگی کافروں نے بھی نہیں کئے بعض علماء اہل سنت نے (مثل امام غزالی وغیرہ) جو اس پر لعنت کرنے میں توقف کیا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اس کو پسند کرتے ہیں اور اس سے راضی ہیں۔ بلکہ محض اس احتمال پر کہ شاید اس نے آخر وقت میں توبہ کر لی ہو اس بنا پر لعنت نہیں کرتے۔

(۱۴) شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ (م ۱۳۷۷ھ) فرماتے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ مورخین میں سے ان لوگوں کا قول کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ حیات میں یزید معلن بالفسق تھا اور ان کو اس کی خبر تھی اور پھر انہوں نے نازد کیا ہے بالکل غلط ہے۔ ہاں ہو سکتا ہے کہ اس وقت میں خفیہ طور پر فسق و فجور میں مبتلا ہو مگر ان کو اس کے فسق و فجور کی اطلاع نہ ہو۔ ان کی وفات کے بعد وہ کھیل کھیلا اور جو کچھ نہ ہونا چاہیے تھا کر بیٹھا۔ مکتوبات شیخ الاسلام ص ۲۶۶ ج نمبر مطبوعہ لاہور شائع کردہ مولانا سید حامد میاں صاحب۔ جامعہ مدنیہ لاہور۔

(۱۵) امام اہل سنت مولانا عبد الشکور صاحب فاروقی لکھنوی رحمہ اللہ (م ۱۳۸۱ھ) جو اپنے وقت کے بہت بڑے محقق تھے اور ان کی تحقیقات خصوصاً نئی شیعہ نزاعی مسائل میں ان پر کاربڑیوں نے اعتماد فرمایا اور امام التبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے تو ان کو امام وقت قرار دیا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں۔ حضرت علیؑ کے فرزند حضرت حسینؑ کا واقعہ کربلا سبق لینے کے لئے کافی ہے۔ کہ ایک فاسق کے ہاتھ پر بیعت نہ کی اور اپنی آنکھوں کے سامنے تمام خاندان کٹوا دیا۔ ابو لائمہ حضرت علیؑ کی مقدس تعلیمات ص ۳۳ (۱۶) امام الحی بدین قطب الاقطاب حضرت سید احمد شہید قدس سرہ (م ۱۲۴۶ھ) فرماتے ہیں۔ (حضرت حسینؑ کا) یزید کے ساتھ جنگ کرنے کا باعث اس سے ناجائز امور کے صادر ہونے کے سوا اور کوئی نہ تھا اور جب یہ آدمی ناجائز کام کا مرتکب ہوا اس پر

اصرار کیا اور کام کو بہتر اور جانا تو حضرت ہمام رضی اللہ عنہ کی جانب سے دہمکار نے کے
لائق ہو گیا اور آپ کے دشمنوں کے متابعت کنندوں میں داخل ہو گیا۔ صراط مستقیم اردو
ص ۱۰۴۔ مطبوعہ کراچی۔ (صراط مستقیم حضرت سید صاحب کے ان علوم کا ذخیرہ ہے جو حضرت
شاہ محمد اسماعیل شہید اور حضرت مولانا عبدالحی صاحبان قدس سرہما نے جمع کیا تھا۔ حضرت
شاہ صاحب نے ان علوم کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ مدون کر کے کتابی شکل میں
ضبط فرمایا تھا۔ علوی عفرہ)۔

(۱۷) امام المناظرین شیخ المحثین حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری ثم الدینی
قدس سرہ (۱۲۴۶ھ) تحریر فرماتے ہیں: جناب امام (حسینؑ) یزید کو بوجہ اس کے فسق یا کفر
کے علی اختلاف القولین لائق امامت ہی نہیں سمجھتے تھے۔ ملاحظہ ہو: مطرقة الکرامہ
علیٰ امرأة الامامة ص ۲۸۵۔ مطبوعہ جدید لاہور۔

خلاصہ: یہ ہے کہ جو لوگ اپنے آپ کو اکابر دیوبند سے وابستہ کہتے ہیں ان کو سوچنا
چاہیے کہ یزید کو اکابر نے کیا کہا ہے۔ ہم نے بطور نمونہ کے چند اکابر کی کتابوں سے چند
حوالہ جات نقل کر دیے ہیں۔ ورنہ تقریباً تمام محققین اکابر کے ہاں یہی بات مسلم ہے
کہ یزید فاسق و فاجر تھا اس کو خلیفہ عادل کہنا یا صالح مسلمان کہنا صحیح نہیں ہے۔
اگر اس کے متعلق زیادہ تفصیل درکار ہو تو ”شہید کربلا اور یزید“ مصنف حکیم الاسلام حضرت
مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند اور ”شہید کربلا“ مصنف مفتی اعظم
پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ۔ ملاحظہ فرمائیں۔

نوٹ: اختر نے مصنفوں اول سے آخر تک اپنے شیخ مرقی مبدی حضرت مولانا قاضی مظہر حسین
صاحب مدظلہم اور اپنے استاذ مکرم حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہم
کو سیارہ ان دونوں حضرات نے بطور تائید چند کلمات بھی تحریر فرمائے جو کہ ابتدائے مضمون
میں ہدیہ قارئین کو دیئے گئے ہیں۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دیباچہ الکتاب

از قلم فیضِ قسم

قائدِ اہل سنت الحاج حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحبِ مکتبہ کاتھم
بانی و مرکز می امیر تحریک خدامِ اہل سنت پاکستان

المحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی رسولہ سیدنا محمد

رحمۃ للعالمین وخاتم النبیین وعلیٰ خلائقہمواشدین المہملین وعلیٰ

آلہ واصحابہ اجمعین ؎

اما بعد۔ جب تک اسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحبِ نافوتوی بانی دارالعلوم دیوبند،
قدس سرہ و متوفی ۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۵ اپریل ۱۹۷۷ء کے مکتوبات مبارکہ
کا ایک مجموعہ بنام قاسم العلوم پاکستان میں شائع ہوا ہے جس میں گیارہ مکتوبات ہیں۔ ان میں ایک
مکتوب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے اثبات میں ہے۔ اس وقت پاکستان
میں یزیدیت و خارجیت کی ایک مستقل تحریک چل رہی ہے جس کے بانی دورِ حاضر میں محمد احمد
صاحبِ علماسی مصنفِ کتاب ”خلافت معاویہ و یزید“ اور تحقیق مزید وغیرہ ہیں عباسی
پارٹی اور اس کے مصنفین تحریروں و تقریر کے ذریعہ یہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ حضرت علی
رضی اللہ عنہ برائے نام خلیفہ تھے اور ان کی خلافت خلافتِ نبوت نہیں تھی۔ یہ لوگ حضرت امام حسین
رضی اللہ عنہ پر بھی غدر و رج و نبذات کا الزام لگاتے ہیں اور ان کو طالبِ جاہ و اقتدار قرار

دیتے ہیں اور ان کے برعکس یزید کو عادل و صلح ، پاکباز و متقی اور خلیفہ راشد قرار دیتے ہیں اور اس یزید عیثیٰ شن میں بہت زیادہ سرگرم ہیں۔ یزیدیت اور خارجیت کی یہ تحریک اس لئے بھی خطرناک ہے کہ یہ لوگ سنی اور دیوبندی بن کر کام کر رہے ہیں۔ چنانچہ عباسی پانڈی کے ایک مصنف مولوی عظیم الدین (کراچی) اپنی کتاب ”حیات سیدنا یزید“ میں عباسی حساب کے متعلق لکھتے ہیں شیخ الاسلام امام اہل سنت علامہ محمد امجد عباسی رحمۃ اللہ علیہ (ص ۱۳۶) یہ پارٹی انجمن مجتہدین صحابہؓ اور مجلس حضرت عثمان غنیؓ وغیرہ مختلف تنظیموں کی شکل میں کام کر رہی ہے جس کی وجہ سے ناواقف لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عقیدت مند ہیں اور مخالفین کے حملوں کا دفاع کرتے ہیں۔ اس غلط فہمی کی وجہ سے بعض دیوبندی مسلک کے تعلیم یافتہ افراد بھی اس فتنہ کا شکار ہو رہے ہیں اور چونکہ پاکستان میں روانہ کی طرف سے بھی بہت زیادہ اشتعال انگیزی پائی جاتی ہے خصوصاً محرم اور چہلم کے ایام میں تو گویا سارا ملک ناغہ کمرہ بن جاتا ہے۔ مقامی مجالس کے علاوہ مقامی جلوسوں کا بھی پھیلاؤ ہے۔ نذر و منت کے نام پر بھی ہر سال مقامی جلوسوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق صاحب چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر پاکستان کی طرف سے ”صحابہ آرڈیننس“ کے نفاذ کے باوجود بھی اعدائے صحابہؓ بڑا بازی سے باز نہیں آتے۔ جس کے رد عمل میں سنی مسلمان ہر اس تحریک و مجلس سے تعاون کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس کا عنوان درج و تحفظ ناموس صحابہؓ ہو (رضی اللہ عنہم اجمعین)۔

بیشک حضور خاتم النبیین رحمۃ اللہ علیہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام جماعت صحابہؓ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی امت کے مابین ایک واحد واسطہ ہے حسب ارشاد نبوی منْ أَحَبَّهُمْ فَجِئْ

مسکب اعتدال

أَحَبَّهُمْ وَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِخَصِي أَبْغَضَهُمْ (جو شخص میرے اصحاب کے ساتھ محبت رکھے گا وہ میری ہی محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھے گا۔ اور جو ان سے بغض رکھے گا وہ میرے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے ہی ان سے بغض رکھے گا) اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا ایمان کی اور ان سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے لیکن جس طرح حب اہل بیت بھی مذموم ہے۔ مسلک اہل سنت والجماعت ایک معتدل مسلک ہے جس میں افراد و تفریط نہیں پائی جاتی۔ رسول خدا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے چاروں خلفائے راشدین، تمام صحابہ کرامؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات جو حسب ارشاد خداوندی و ازواجہ امہاتہم تمام مومنین اور مومنات کی مومنہ مائیں ہیں۔ اور ان روئے قرآن حضورؐ کی اہل بیت ہیں اور حضورؐ کے ان روئے حدیث اہل بیت حضرت علی المرتضیٰ حضرت فاطمہ الزہراءؓ حضرت حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم ہیں۔ ان سب سے محبت رکھنا ایمان ہے اور بغض رکھنا نفاق ہے۔ لہذا جو لوگ حب صحابہ کرام کا عنوان قائم کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت حضرت علی المرتضیٰ حضرت فاطمہ الزہراءؓ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم کی صحیح شرعی عظمت کو گھٹاتے ہیں وہ بھی صراط مستقیم سے ہٹے ہوئے ہیں۔ ان میں اور روافض میں مقصد اور نتیجہ کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔ اگر یہ لوگ اہل سنت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو یہ ان کا نقیبہ ہے۔

حضرت علیؑ کی توہین | محمود احمد عباسی حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: دشمنان دین اور کفار سے

تین آرائی کرنے کے بجائے طلب و حصول خلافت کی غرض سے تلوار اٹھائی گئی تھی۔ اس کے بعد اپنی تائید میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی کتاب ازالۃ الخفا کی ایک عبارت سے غلط استدلال کرتے ہوئے اپنے ناپاک نظریہ کی تائید مزید میں ایک غیر مسلم

مستشرق کی عبارت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔ شاہ صاحب کے اس خیال کا تائید ایک آزاد نگار مستشرق کے بیان سے ہوتی ہے۔ وہ خود نے اپنے مقالہ بعنوان خلافت میں یہ لکھتے ہوئے کہ:۔ بلائیوں کے جم غفیر نے (حضرت) علیؑ کو زہم خلافت ہاتھ میں لینے کے لئے بلایا اور حکم دے دیا کہ ان کی حجت کیلئے مجبور کیا۔ کہا ہے کہ:۔ حقیقت نفس الامریہ ہے کہ حضرت علیؑ کو (خلیفہ شہیدک) جانشین کا استحقاق و اقتناء حاصل نہ تھا۔ علاوہ ازیں یہ بھی واضح ہے کہ تقدس و پارستانی کا جذبہ تو ان کے اہل خلافت میں کارفرما نہ تھا بلکہ حصول اقتدار اور حُب جاہ کی تدابیر تھیں۔ اس لئے معاملہ فہم لوگوں نے اگرچہ وہ (حضرت) عثمانؓ کے طرز حکمرانی کی مذمت کرتے تھے۔ حضرت علیؑ کو ان کا جانشین تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ "انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا" گیارہواں ایڈیشن جلد ۵ ص ۲) (خلافت معاویہ و یزید طبع چہارم ۱۳۵۵ھ) ایک غیر مسلم (کافر) تو یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت علیؑ میں تقدس و پارستانی کا جذبہ نہ تھا وغیرہ لیکن ایک مسلمان یہ سب بارت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ حضرت علیؑ امر تقویٰ رضی اللہ عنہ از روئے قرآن و حدیث قطعی جنتی ہیں۔ وہ قرآن کے موعودہ خلیفہ راشد ہیں۔ بیعت رضوان میں شامل ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اپنے راضی ہونے کا اعلان فرما دیا ہے۔ اب فیصلہ کرنا ناظرین کا کام ہے کہ عباسی صاحب نے اپنے موقف کا تائید میں ایک غیر مسلم کی مندرجہ بالا عبارت نقل کر کے کونسا راستہ اختیار کیا ہے۔

۱۲) حضرت علیؑ کو بدھن تنقید نہاتے ہوئے اپنے عناد قلبی کا اظہار ابن الغطایی کرتے ہیں:۔

حضرت علیؑ کا مدینہ چھوڑ کر کوفہ میں سکونت اختیار کرنا بھی اہل مدینہ سے دل برداشتہ ہونے کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اپنی سیاسی مصلحتوں کی بنا پر تھا اور جیتے جی مدینہ میں قدم نہ رکھا بھی اہل ایمان مدینہ سے دل برداشتہ ہونے کی بنا پر نہ تھا۔

نشايد ان کے ضمير نے اجازت نہ دی کہ جب یہ تین آدمیاں حالات ان کی سیاسی لغزشوں کے نتیجہ میں پیش آچکے ہوں (۱)، یعنی خلیفہ کے قتل کو جس کی بیعت میں وہ داخل تھے نہ روکنا (۲)، قتل کے بعد ان کے خون کا قصاص نہ لینا اور (۳) سب سے بڑھ کر اپنی اہل ام المؤمنین سے جو قاتلین سے قصاص لینے گئی تھیں برسر پیکار ہونا، اور ان سبائیوں کی سارکس سے جو ان کی فرج میں شامل ہو کر گئے تھے اور ان کی امانت کے موجب اور اذیت جسمانی پہنچ جانے کے باعث ہوئے تھے ان کو بدستور اپنا مشیر نہائے رکھنا۔ ان حالات میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آرا نگاہ کے سامنے کیسے حاضر ہو سکتے تھے خصوصاً آپ کی محبوب ترین رفیقہ حیات کے ساتھ سطر عمل کے بعد تحقیق مزید، بطور نمونہ یہاں صرف دو عبارتیں درج کی ہیں جن سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عبا کی صاحب کے دل میں کیا ہے۔ اور یہ حسب اُم المؤمنین کی آڑ میں سنت ہے یا سبائیت خارجیت۔ ان کی مزید تفصیل ان شاء اللہ میری زیر تالیف کتاب ”خارجی فتنہ“ میں آنے گی۔۔

امام حسینؑ کی توہین | اہل سنت والجماعت کے عقیدہ میں حسب ارشاد نبوی (حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ رضی اللہ عنہما جنت کے جوائوں کے سردار ہیں۔ لیکن محمود احمد صاحب عباسی ان کو بھی جاہ و اقتدار کا طالب سمجھتے ہیں اور ان پر بھی ایک غیر مسلم مورخ کی عبارت کی آڑ میں تنقیدی نشر چلائے ہوئے لکھتے ہیں :- آزاد اور بے لاگ مورخین نے حضرت حسینؑ کے اقدام خروج کے سلسلے میں اسی بات کو بیان کیا ہے۔ مشہور مورخ دوزی کا ایک فقرہ اس بارے میں قابل لحاظ ہے وہ لکھتا ہے :- کہ اخلاف یعنی آنے والی نسلوں کا عموماً یہ شعار رہا ہے کہ وہ ناکام مدعیوں کی ناکامی پر جذبات سے مغلوب ہو جاتے ہیں اور

اوقات انصاف اور قومی امن اور ایسی علامتِ جنگی کے مہولہ ک خطروں کو نظر انداز کر دیتے ہیں جو ابتداء میں نہ روک دی گئی ہو۔ یہی کیفیت اصناف کی حضرت حسینؑ کے متعلق ہے جو ان کو ایک ظالمانہ جرم کا کشتہ خیال کرتے ہیں۔ ایرانی شدید تعصب نے اس تصویر میں حد و خال بھرے اور حضرت حسینؑ کو بجائے ایک معمولی قسمت آزمائے جو ایک انوکھی لغزش و خطائے فہمی اور قریب قریب غیر معمولی حبِ جاہ کے کارن ہلاکت کی جانب تیز گامی سے رفاں دواں ہوں، علی اللہ کے روپ میں پیش کیا ہے۔ ان کے ہم عصروں میں اکثر و بیشتر انہیں ایک دوسری نظر سے دیکھتے تھے اور انہیں عہد شکنی اور بغاوت کا قصور وار خیال کرتے تھے۔ اس لئے کہ انہوں نے (حضرت معاویہؓ) کی زندگی میں یزید کی ولی عہدی کی بیعت کی تھی اور اپنے حق اور دعوئے خدان کو ثابت نہ کر سکے تھے۔ (ص ۱۷۷) تاریخ مسلمان اسپر مؤلف دوزی مترجم فرانسس گرین سٹوکس مطبوعہ لندن ۱۹۱۲ء) (خلافت معاویہ و یزید طبع چارم ٹکٹ ۱۲۵) یہاں اس بحث کی گنجائش نہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کی کیا نوعیت تھی صرف اس مقصد کے تحت بحوالہ دوزی عباسی کی عبارت پیش کی ہے، کہ عباسی صاحب حضرت حسینؑ کے متعلق کیا نظریہ رکھتے ہیں اور وہ حضرت امام حسینؑ کو ایک خدا پرست طالبِ رضا نے حق صحابا مانتے ہیں یا جاہ پسند اور نفس پرست انسان۔

حضرت علی المرتضیٰؑ جو اہل سنت و الجماعت کے عقیدہ میں یزید اور عباسی

جو تھے خلیفہ راشد ہیں اور امام حسین رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب نواسے اور فیض یافتہ صحابی اور حقیقی شخصیت ہیں۔ ان ذیل کے متعلق عباسی صاحب کا نظریہ ان کی مندرجہ بالا عبارتوں سے پیش کر دیا ہے۔ اب ان کی وہ عبارتیں ملاحظہ فرمائیے جن میں انہوں نے یزید بن معاویہؓ کے متعلق اپنی محبت و عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ چنانچہ صفائی محمودہ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں :- علم و

فقیہ، تقویٰ و پرہیزگاری پابندی صوم و صلوٰۃ کے ساتھ امیر یزید حد درجہ کریم النفس،
 حلیم الطبع، سنجیدہ و متین تھے۔ ایک عیسائی رومی مؤرخ نے ان کی سیرت کے بارے میں
 ان کے ہم عصر کا بیان ان الفاظ میں لکھا ہے :- وہ (یعنی امیر یزید) حد درجہ حلیم و کریم
 سنجیدہ و متین - غرور و خود بینی سے مبرا - اپنی زبردست رعایا کے محبوب، تزک و
 احتشام شاہی سے متنفر تھے۔ عام شہریوں کی طرح سادہ معاشرت سے زندگی بسر
 کرنے والے اور مہذب تھے۔ (انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ص ۱۶۳)

علامہ ابن کثیر نے ان کے فضائل کے بارے میں اسی قسم کے الفاظ تحریر کئے ہیں
 لکھتے ہیں :- وقد کان یزید فیہ خصال محمودۃ من الکرم والحلم والقصاحت
 والشجاعة والنجاعة والوفاء فی الملک وکان ذاجمال حسن الماشرة
 (ص ۲۲۰ ج ۸ - البدایة والنهاية وقاریخ الاسلام ذہبی ص ۹۳ جلد ۳)
 (ترجمہ) اور یزید کی ذات میں قابل ستائش صفات حلم و کرم - فصاحت و شجاعت
 اور شجاعت و بہادری کی تھیں۔ نیز معاملات حکومت میں عمدہ رائے رکھتے تھے اور
 وہ خوبصورت اور خوش سیرت تھے۔ "خلافت معاویہ یزید" ص ۱۱۱

اس کے بعد حافظ ابن کثیرؒ نے جو لکھا ہے حسب ذیل ہے :- "وکان فیہ
 ایضا اقبال علی الشہوات وتروى بعض الصلوات فی بعض الاوقات واما تنہا
 فی غالب الاوقات" (ترجمہ) اور اس میں یہ بھی عادتیں تھیں - شہوتوں کی طرف
 اس کا میلان تھا - اور بعض اوقات میں بعض نمازیں چھوڑ دیتا تھا - اور اکثر اوقات
 میں وہ نمازوں کو فوت کر دیتا تھا "

چونکہ مندرجہ عبارت سے یزید کا فسق ثابت ہوتا تھا اس لئے عباسی صاحب نے
 یہ عبارت نہیں لکھی حالانکہ یہ کھلی ہوئی خیانت ہے جب حافظ ابن کثیر کی رائے یزید کے
 بارے میں لکھنا مقصود تھا تو ان کی اس بارے میں ساری جبلت و رجحان کو لازم تھا تاکہ

ناظرین کو ان کی رائے صحیح طور پر معلوم ہو جائے۔ اس سے عباسی صاحب کی تحقیق و دیانت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ جب اس حرکت پر گرفت ہوئی تو دوسرے ایڈیشن میں بھی وہ حذف شدہ عبارت نہیں لکھی، بلکہ حاشیہ میں یہ نوٹ دیدیا کہ: ”اس عبارت کے بعد ہی لفظ ایضاً کے ساتھ جو الفاظ درج ہیں وہ اس لئے حذف کر دیئے گئے کہ جن بزرگوں کو امیر یزید کے حالات سے ذاتی واقفیت تھی انہوں نے امیر موصوف کی پابندی نمانا اور اتباع سنت کا حال بیان کیا ہے مثلاً برادر حسینؑ محمد بن الحنفیہ وغیرہم نے جو دوسری جگہ درج ہے۔ نیز اس موقع پر ان کی کریم نفسی کا ذکر کیا گیا ہے۔“ (خلافت معاویہؓ و یزید متا) یہ تذکرگاہ بدتر از گناہ ہے۔ اعتراض تو یہ ہے کہ اگر یزید کے بارے میں ابن کثیرؒ کی رائے کا مجمع اظہار مقصود تھا، تو پھر یہ تدبیر صحیح ہے جو عباسی صاحب نے اختیار کی ہے۔ اسے کہتے ہیں میٹھا میٹھا پھل اور کڑوا کر اٹھو۔ (۷) نیز لکھتے ہیں:۔ امیر یزید کو حکومت و سپاس امور میں ہی حضرت فاروق اعظمؓ کی پیروی کا اہتمام نہ تھا بلکہ طرہ معاشرت میں بھی ان کی پیروی کرتے، زندگی یزیدؒ فاروق اعظمؓ کی پیروی میں | حد درجہ سادہ تھی۔ عام باشندوں کی طرح ان کا لباس سادہ ہوتا، حکومت کے ططراق و تزک شاہی سے سخت متنفر تھے۔ لاکھوں روپیہ و خائف و عطا یا کا دوسروں کو دریا دلی سے دیتے، انگو اپنی ذات پر معمولی خرچ کرتے زاد و عباد امت کی لباس میں شریک ہوتے حضرت ابو الدرداءؓ جیسے زاہد صحابی سے بہتے مانوس تھے۔ امیر یزید کے ہم جلس زاد و عباد امت تھے۔ علماء و فضلاء تھے۔ طلب و شہید ابان علم تھے الخ (ایضاً طبع چہارم ص ۱۷)

مندرجہ عبارت سے تو ثابت ہوتا ہے کہ یزیدؒ بڑا عابد و زاہد تھا

کروار یزید کا دوسرا پہلو

حضرت ابو الدرداءؓ نے حضرت عثمانؓ کی خلافت میں وفات پائی ہے اور یزید کی پیدائش بھی حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں ہوئی، سو اس سے۔ خدا جانے یزید نے کس عمر میں یہ صحیفہ

حاصل کی ہیں۔ یہ بحث کتاب ”خارجی فتنہ“ میں آئے گی، یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ یزید تو عباد و زبَاد کی مجالس کے فیضان سے عابد و زاہد بن گیا تھا۔ کیا حضرت حسینؑ اور حضرت علی المرتضیٰؑ کو بھی حضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش اور صحبت اور دعوات و برکات سے کچھ حصہ ملا تھا یا نہیں؟ بسوخت عقل رحیرت کہ اس چہ بوا لمحبیست

اب کہہ داریزید کا دوسرا دشمن پہلو عباسی صاحب ہسی کی عبارت سے ملاحظہ فرمائیں۔ ۱، انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے لائق مقالہ نگار رفقظرانہ ہیں: ”یہ حقیقت ہے کہ یزید نے (اپنے والد) معاویہ کی پالیسی و طریق کار کے بدستور جاری رکھنے کی کوشش کی اور ان کے باقی ماندہ رفقاء نے کار کو قائم و برقرار رکھا تھا۔ وہ خود شاعر تھا۔ موسیقی کا ذوق رکھتا تھا۔ اہل ہنر اور شعراء کا قدر دان اور ادب اور آرٹ کا مربی اور سرپرست تھا۔“ (خلافت معاویہ و یزید ص ۲۵) (دب) یہ بات بھی صحیح ہے کہ یزید شکار کے شوقین تھے مگر وہ امن پسند و صلح جو اور فیاض اور فروخ دل شاہزادہ تھے۔ رئے غئے انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا۔ گیارہواں ایڈیشن ”(ایضاً ص ۳)

(۲) عباسی صاحب لکھتے ہیں: اس میں شک نہیں کہ امیر یزید بڑے شکاری اور نہر دست شاہسوار تھے۔ پروفیسر ہتی نے اسلام میں پہلا بڑا شکاری انہیں کہا ہے

(THE FIRST GREATHUNTER IN ISLAM)

یزید کا چیتہ کوستان اور لکھا ہے ہی پتہ نہیں ہے ایک چیتہ کوستان تھا کہ گھوڑے کے ہڑ کے پچھلے حصہ پر سوار چاکرے۔ مورخ الخفزی نے بھی لکھا ہے کہ یزید شکار کے بڑے شوقین تھے۔ (ص ۱۲۴ جلد ۴) مگر شکار کا شوقین ہوتا اور شکاری چیتے پالنا تو ممنوع نہیں۔ قرآن مجید میں شکاری چوپایوں اور پرندوں کے ذریعہ شکار کھیلنے کے احکام میں خدا نے جب شکار حلال کیا اسے حرام کون کہہ سکتا ہے اور امر مباح کے مرکب کو فاسق کیسے کہا جاسکتا ہے۔ (تحقیق مزید ص ۱۶۹) الجواب: شکار کے مباح ہونے کا یہ مقصد تو

نہیں کہ خلیفہ وقت شکار ہی کھیتا ہے اور چیتا سدھانے اور اس کے کرتب دیکھنے اور دکھانے میں عیش و دبستی کی زندگی گزارے۔ کیا خلفائے راشدین نے بھی شکار کے مباح ہونے کی وجہ سے اس قسم کے مظاہرے کئے تھے۔ عبرت عبرت۔ عبرت۔

بعض ان "منصف مزاجی" عباسی صاحب لکھتے ہیں۔

یزید کے حرم میں مغنیہ

منصف مزاجی کی یہ کیفیت تھی کہ ذاتی معاملات

میں بھی امیر یزید دامن انصاف کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ ابن کثیرؒ نے سلام نامی ایک کنیز کا واقعہ بیان کیا جہاں جو مدینہ منورہ کی رہنے والی حسن و جمال میں یکتا اور ہمہ صفت موصوف تھی۔ قرآن شریف اچھی قرات سے سناتی، شاعر اور مغنیہ تھی۔ حضرت حسان بن ثابت کے فرزند عبدالرحمن نے جو خود بھی شاعر تھے اور جن کا ذکر ایک قصہ میں اوپر گزر چکا۔ اس کنیز کی امیر یزید سے بہت کچھ شاد و صفت کر کے اس کی خریداری پر رغب کیا۔ کنیز کے آقا سے خریداری کا معاملہ طے کر لیا گیا۔ کنیز مذکورہ مدینہ سے دمشق آکر داخل حرم کی گئی اور دوسری کنیزوں پر اسے فوقیت حاصل ہو گئی۔ لیکن جب یہ راز افشا ہوا کہ یہ کنیز اور مدینہ منورہ کا ایک اور شاعر احوص بن محمد ایک دوسرے کے دام میں گرفتار ہیں۔ امیر یزید نے احوص کو جو دمشق میں موجود تھا نیز سلامہ کو مواجه میں طلب کرے تصدیق کی۔ ان دونوں نے فی البدیہہ اشعار میں افواہ محبت کیا سلامہ نے کہا کہ شدید محبت مثل روح کے میرے رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے ہے تو کیا اب روح اور جسم میں مفارقت ہو سکے گی۔ امیر یزید نے یہ حال دیکھ کر سلامہ کو احوص کے حوالہ کرتے ہوئے فرمایا۔ اے احوص اب یہ سلامہ تمہاری ہے تم اسے لو۔

پھر اسے اچھا انعام عطا کیا۔ (البیایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۳۹)

عباسی صاحب نے یہاں قبلا واقعہ سلامہ (مغنیہ یعنی گانے بجانے والی) کا لکھا اس سے بھی یزید کے زہد و تقویٰ پر کافی روشنی پڑتی ہے لیکن ابن کثیر کی درمیان کی

عبارت عباسی صاحب نے حذف کر دی ہے جس سے یزید صاحب مجسم زہد و تقویٰ ثابت ہوتے ہیں۔ چنانچہ ابن کثیر لکھتے ہیں:-

وكان عبد الرحمن بن حسان والاخص مخلصان عليهما السلام و عبد الرحمن اور اخص دونوں سلامہ (یعنی گلوکارہ) کے پاس بیٹھتے تھے، لیکن سلامہ کا اصل تعلق اخص کے ساتھ ہو گیا تھا اس لئے عبد الرحمن نے رقابت کی وجہ سے یزید کو سلامہ کی خریداری کی ترغیب دی تھی۔ اخص کو جب اس کا علم ہوا تو وہ یزید کے پاس جا کر بھڑا یزید نے بھی اس کا اکرام کیا۔ سلامہ نے ایک خادم کو لالچ دے کر اخص کے اس کے پاس لانے کے لئے بھیجا۔ یزید کو خادم نے اس امر کی اطلاع کر دی تو یزید نے خادم سے کہا کہ تم اخص کو سلامہ کا پیغام پہنچا دو۔ چنانچہ اخص سلامہ کے بلانے پر اس کے اگلی ساری رات سحری تک وہ دونوں ایک کمرے میں اکٹھے رہے۔ اور یزید ساری رات ان کو گھپی کر دیکھتا رہا۔ البدایہ والنہایہ کے الفاظ یہ ہیں:- وجلس یزید فی مکان یدہا ولا یریدانہ (اور یزید ایسی جگہ بیٹھا جہاں سے وہ ان کو دیکھتا تھا لیکن وہ دونوں اس کو نہیں دیکھتے تھے) صبح جب اخص سلامہ کے ہاں سے نکلا تو خلیفہ (یزید) صاحب نے اس کو پکڑ لیا۔ پھر سلامہ کو بلایا تو دونوں نے اپنے عشق کا اقرار کر لیا۔ اور سلامہ نے وہ شعر پڑا جس کا ترجمہ خود عباسی صاحب نے بھی لکھ دیا ہے۔

مقام عبرت | عباسی صاحب کی مندرجہ عبارات سے ثابت ہوا کہ (۱) یزید موسیقی کا شوق رکھتا تھا (۲) اسلام میں پہلا بڑا شکار کا کھلاڑی تھا اور اسی سلسلہ میں چیتا بھی سدھایا ہوا تھا (۳) مغنیہ (گانے بجانے والی عورتوں کو اپنے حرم میں رکھتا تھا۔ (۴) سلامہ مغنیہ اپنے اوصاف و کمالات کی وجہ سے سب پر فوقیت لے گئی تھی۔ (۵) سلامہ کے دو عاشق تھے جن میں اخص گامیاب ہو گیا تھا (۶) یزید نے خادم کو اجازت دے دی کہ وہ اخص کو سلامہ کے پاس لے

آئے (۸) سلام اور احض ساری رات اکٹھے رہے (۸) خلیفہ صاحب بھی سہری
 تک ساری رات عشق قبازی کا مظاہرہ دیکھتے رہے (۹) جب صبح دونوں نے مشقت
 کا اقرار کر لیا تو امیر المومنین نے انتہائی منصف مزاجی کے تحت سلامہ کو احض کے
 حوالے کر دیا اور اس کو انعام و اکرام سے نوازا۔

اب کوئی منصف مزاج صاحب ہمیں بتائیں کہ کیا یہی کردار ایک عادل و صالح
 اور خلیفہ راشد کا ہوتا ہے۔ کیا منصب خلافت کے یہی تقاضے ہونے چاہئیں؟
 مفروضہ زہد و تقویٰ کا یہی اعلیٰ نمونہ ہے۔ ساری رات اس قسم کا نظارہ دیکھنا کیا یہ بھی
 خلیفہ صاحب کی نفسی عبادات میں شامل ہے۔ کیا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا
 یہی نمونہ تھا جس کے متعلق عباسی صاحب لکھ رہے ہیں کہ :- امیر یزید کو حکومت و
 سپاس امور میں ہی حضرت فاروق اعظم کی پیروی کا اہتمام نہ تھا بلکہ طرز معاشرت
 میں بھی ان کی پیروی کرتے۔ زندگی حد درجہ سادہ تھی۔ کیا دوسرے حضرات صحابہؓ
 سے یزید کو یہی فیضان حاصل ہوا تھا جس کا ڈھنڈورا عباسی صاحب پیٹ رہے
 ہیں۔ اگر مذکورہ کردار ولے خلیفہ کو اکابر اہل سنت و الجماعت نے فاسق قرار دیا
 ہے تو بتائیں ان کا کیا جرم ہے۔ ایسے شخص کو عادل و صالح اور راشد خلیفہ کہنا جرم
 ہے یا فاسق قرار دینا۔ عبرت، عبرت، عبرت۔

مولانا محمد اسحق صاحب سندیلوی سابق شیخ الحدیث
 ندوۃ العلماء لکھنؤ (حال جامعا اسلامیہ بنوری ٹاؤن)

سندیلوی محسن عباسی

کہاچی، بھی یزید کے حامی ہیں۔ چنانچہ اپنے ایک رسالہ بنام قاضی مظہر حسین صاحب
 دیکوال کے اعتراضات کا ”جواب شافی“ میں لکھتے ہیں :-

میری رائے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے جلیل القدر بھائی اور یزید کے

”۔ گواہ حضرت محمد بن حنیفہؓ کی تحقیق کے عین مطابق ہے کہ :- یزید ایک

صالح مسلمان تھے اور خلیفہ عادل بھی تھے الخ حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ: حضرت محمد بن حلیفہ کا مفصل ارشاد علامہ ابن کثیر نے اپنی تاریخ البدایہ والنہایہ جلد ۳ ص ۲۱۹ مطبوعہ بیروت میں دیا ہے۔

الجواب. ۱) اس کی مستقل بحث تو زیر تالیف کتاب "مولانا محمد اسحاق سندیلوی اور خارجی فتنہ" میں آئے گی، یہاں دریافت طلب امر یہ ہے حضرت محمد بن حلیفہ یزید کے پاس کتنا عرصہ ٹھہرے تھے؟ (۲) حضرت محمد بن حلیفہ کے بڑے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ جو صحابی بھی ہیں اور حسب حدیث نبوی جنت کے جوانوں کے سردار بھی ہیں۔ انہوں نے یزید کی کیوں مخالفت کیوں کی تھی؟ اگر سندیلوی صاحب ان کی مخالفت کو حصول اقتدار کی خواہش پر مبنی قرار دیں تو یہ بدظنی حضرت حسین کی شرف صحابیت کے خلاف ہے۔ (۳) علامہ ابن کثیر نے حضرت محمد بن حلیفہ کا مذکورہ نقل نقل کرنے کے باوجود یہ لکھا ہے کہ: "شہوتوں کی طرف اس کا میدان تھا اور بعض اوقات میں بعض نمازیں چھوڑ دیتا تھا اور اکثر اوقات میں وہ نمازوں کو فوت کر دیتا تھا" البدایہ والاعتقاد جلد ۸ صفحہ ۲۲) (۴) اگر یزید صالح و عادل خلیفہ تھا تو اہل مدینہ نے اس کی بیعت کو کیوں توڑا جس کی بنا پر واقعہ حرہ پیش آیا اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور ان کے بیٹوں نے اس کی مخالفت کیوں کی جس کے نتیجہ میں آپ شہید ہو گئے ۵۰، مولانا سندیلوی کے مدوح محمود احمد عباسی صاحب نے البدایہ والنہایہ سے سلامہ اور احصا کے محاشفہ کا جس طرح ذکر کیا ہے اور یزید کا اس بارے میں جو کردار سامنے آتا ہے، (جیسا کہ پہلے عبادت پیش کی جا چکی ہے) کیا اس کے باوجود بھی یزید کو صالح اور عادل خلیفہ قرار دے سکتے ہیں۔

کتاب خلافت معاویہ یزید کی تائید از سندیلوی | عباسی صاحب کی کتاب خلافت معاویہ و یزید شائع ہوئی تو حضرت مولانا فتاری

محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے اس کے خلاف ایک بیان دیا تھا جس کے جواب میں مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی نے ”دیوبند سے ایک عجیب بیان“ کے عنوان سے ایک مضمون لکھا تھا جو صدق جدید لکھنؤ مورخہ ۱۲ نومبر ۱۹۵۹ء میں شائع ہوا جس میں انہوں نے لکھا کہ ”کتاب خلافت معاویہ و یزید“ تو دروازہ فتنہ ثابت ہوئی۔ اگر شیعہ حضرات اس کی اشاعت سے مضطرب ہیں تو جاتے تعجب نہیں ہے مگر بعض اہل سنت کا ان کی ہم نوائی کرنا حیرت انگیز ہے خصوصاً مہتمم صاحب دارالعلوم دیوبند کا براہِ اعلان اور بھی تجرّ بنیز ہے کہ کتاب کے مضامین مسلک اہل سنت و الجماعت کے خلاف اور جذبات کو مجروح کرنے والے ہیں۔ میں نے کتاب اول سے آخر تک دیکھی اس کا موضوع تاریخی واقعات ہیں نہ کہ مذہبی عقائد الخ۔ سندیلوی صاحب کا یہ بیان عباسی صاحب نے ”خلافت معاویہ و یزید“ طبع سوم مارچ ۱۹۶۰ء پر نقل کیا ہے لیکن بجائے نام کے یہ لکھا ہے کہ:-

دارالعلوم ندوہ کے ایک فاضل استاد نے ”دیوبند سے ایک عجیب بیان“ کے عنوان سے الخ۔ سندیلوی صاحب کے اس بیان کی تردید ماہنامہ دارالعلوم دیوبند جنوری ۱۹۶۰ء میں مولانا ابوالمنظور احمد اسحاق مدرسہ اہل العلوم بانسواڑہ دکن نے کر دی تھی۔ یہاں سندیلوی صاحب کے مذکورہ بیان کا ذکر اس لئے کر دیا گیا ہے کہ انہوں نے کتاب خلافت معاویہ و یزید“ اول سے آخر تک دیکھی ہے اور اس کتاب میں سلامہ۔ احوص اور یزید کا قصہ بھی مذکور ہے۔ اس لئے میں نے عرض کر دیا ہے کہ اس قصہ کے تحت خلیفہ یزید کا کردار جو سامنے آتا ہے کیا یہ کسی صالح اور عادل خلیفہ کا کردار ہو سکتا ہے؟ اور سندیلوی صاحب کا یہ لکھنا بھی بالکل غلط ہے کہ اس کتاب کا موضوع تاریخی واقعات ہیں نہ کہ مذہبی عقائد الخ۔ کیونکہ عباسی صاحب نے اس کتاب میں بعنوان ”سبائی پارٹی اور حضرت علیؑ کی بیعت“ خلافت مرتضوی پر

مفصل بحث کی ہے اور اپنے موقف کی تائید میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور علامہ ابن تیمیہؒ کی عیادتیں پیش کی ہیں۔ کیا سندیلوی صاحب کے نزدیک حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت کی بحث مذہبی عقائد سے کوئی تعلق نہیں رکھتی؟ حالانکہ حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت بھی خلفائے ثلاثہ کی طرح آیت تمکین اور آیت استخلاف کا مصداق ہے۔ چنانچہ ”جواب ثانی“ میں موصوف نے یہ تصریح کر دی ہے کہ یہ حضرت علیؑ کی خلافت بھی آیت استخلاف و آیت تمکین کی مصداق ہے الخ

مولانا سندیلوی یزید کو خلیفہ صالح مانیں یا خلیفہ راشد، وہ اپنے نظریہ میں آزاد ہیں کیونکہ وہ اکابر سلف کی تحقیق کو تسلیم نہیں کرتے لیکن ان کا یہ کہنا کس قدر تعصب یا کج فہمی پر مبنی ہے کہ محمود احمد عباسی کی زیر بحث کتاب کا موضوع تاریخی واقعات ہیں نہ کہ مذہبی عقائد۔

اکابر اسلام اور سندیلوی | میں نے ”دفاع صحابہ“ میں لکھا تھا کہ مولانا موصوف

(یعنی سندیلوی صاحب) بھی یزید کو ایک ملحد اور

عادل خلیفہ قرار دیتے ہیں جس کی وضاحت انہوں نے ایک غیر مطبوعہ مکتوب میں کر دی ہے۔ حالانکہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، علامہ حیدر علی مؤلف متنبی الکلام وغیرہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی،

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، شیخ الاسلام حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب منی اور امام اہل سنت حضرت مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی (رجن کو امام تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس قدس سرہ نے امام وقت قرار دیا ہے) سب یزید کو فاسق قرار دیتے ہیں۔ اس کے جواب میں سندیلوی صاحب فرماتے ہیں: ان بزرگوں کے ساتھ محبت و عقیدت کو میں اپنے لئے باعث سعادت سمجھتا ہوں اور ان کی کفش برداری مبیسر ہونے کو باعث عزت، لیکن باوجود اس کے ان کی ہر رائے

کی اتباع کو ضروری نہیں سمجھنا۔ اس کے ساتھ یہ جانتا ہوں کہ یہ بزرگانِ امت مخلص اور حق پسند تھے اگر تحقیق فرماتے تو وہی کہتے جو میں کہتا ہوں الخ (جواب ثانی ص ۱۳۷)۔

یہاں سند یوی صاحب سے مختصراً سوال یہ ہے کہ اگر بغیر تحقیق کے ان حضرات نے (جن کی کفیش برداری کو آپ باعثِ عزت سمجھتے ہیں) یزید کو فاسق قرار دیا ہے تو کیا ان کے علم و نفوذ پر اعتماد کیا جاسکتا ہے؟ اس صورت میں آپ کا ان حضرات سے اپنی عقیدت کا اظہار کرنا کیا تقیہ کے دائرہ میں تو نہیں آتا۔ کیا سند یوی صاحب کو یہ معلوم نہیں کہ محدثین اور شارحینِ حدیث نے بھی یزید کی شخصیت پر بحث کی ہے اور فنِ اساماء الرجال کے ماہرین نے بھی اس کو غیر عادل اور غیر ثقہ قرار دیا ہے۔ کیا آپ یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ اساماء الرجال کی کتابوں میں کسی نے اس کو عادل اور صالح قرار دیا ہے اور سند یوی صاحب یہ بھی جانتے ہوں گے کہ جرحِ تعدیل پر مقدم ہوتی ہے۔ تو اس اصول کی بنا پر یزید کو غیر ثقہ اور غیر عادل کہنا ہی صحیح ہے۔ مشہور محقق موزع ابن خلدون بھی یزید کو بالاتفاق فاسق قرار دیتے ہیں اور دورِ حاضر کے مورخ علامہ سید سلیمان ندوی کی تحقیق میں بھی وہ فاسق ہے۔ یہ صدیوں کے محققینِ ہالِ سنت جن میں فقہاءِ محدثین بھی ہیں، اور مورخین و متکلمین بھی، مجددِ دینِ امت بھی ہیں اور مصلحین ملت بھی یزید کو فاسق کہتے ہیں (حتیٰ کہ بعض اکابر نے اس کی تکفیر بھی کی ہے) تو کیا ان سب حضرات نے بلا تحقیق یزید کو فاسق کہہ دیا ہے؟ سند یوی صاحب کے پاس وہ کونسی کتب پہنچ گئی ہیں جن سے یہ حضرات ناواقف تھے۔ اسلافِ اسلام کی اگر یزید کے بارے میں تحقیق کا یہ حال ہے تو دوسرے عقائد و مسائل میں ان پر کیونکر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔

قارئینِ کرام! سند یوی صاحب کی تضاد بیانیوں کے انکشاف کے لئے میری زہرِ تالیف کتابِ خارجی فتنہ کا انتظار فرمائیں۔

بعض لوگ یزید کے مقابلہ میں حضرت امام حسینؑ کو باغی قرار دیتے ہیں۔ ان کو شدید تسلیم نہیں کرتے

حضرت مولانا نافوتومیؒ

حالانکہ اہل سنت والجماعت کا اس بات پر اجماع ہے کہ حادثہ کربلا میں حضرت حسینؑ شہید ہیں۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نافوتومی قدس سرہ نے اپنے ایک محققانہ مکتوب میں اس مسئلہ کے مائلہ و معالیہ پر مفصل اور مدلل بحث فرمائی ہے اور اسی سلسلہ میں یزید کو فاسق قرار دیا ہے۔ حامیان یزید اپنے موقف کی تائید میں یزید کی بیعت کے متعلق بخاری شریف سے جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد پیش کرتے ہیں اس کا بھی شافی جواب دیا ہے۔ یزید کی بیعت کرنے یا نہ کرنے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف جہاد پر مبنی تھا۔ چنانچہ حضرت نافوتومیؒ فرماتے ہیں: مگر اس وقت اہل رائے اور اہل تدبیر کی رائے مختلف ہو گئی۔ جس کسی کو فتنہ و فساد کا اندیشہ غالب آیا اس نے مجبوراً بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا اور معصیت سے بچنے کے لئے نیکی کی پیروی کرنے کی شرط کو درمیان میں رکھا لیکن جس شخص یعنی حضرت امام حسینؑ کو بڑی جماعت کے وعدے پر غلبہ اور شوکت کی امید نظر آئی وہ اس کے لئے کھڑا ہو گیا اور جنگ کا عزم کر لیا۔ بس جو کچھ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور ان جیسوں نے کیا وہ بجا کیا اور جو کچھ حضرت سید الشہداء (امام حسینؑ) نے کیا وہ بالکل حق اور صواب کیا۔ اس اختلاف کی بنیاد امید غلبہ و عدم غلبہ پر ہے نہ کہ اصل فعل کے جائز اور ناجائز ہونے کے اختلاف پر۔ مگر انہیں کار کو فیوں کی وعدہ خلافت کی وجہ سے حضرت سید الشہداء (امام حسینؑ) علیہ السلام کی تدبیر خلیل ہو گئی اور احموم کو قیامت سے پہلے میدان کربلا میں قیامت قائم ہو گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (ترجمہ مکتوب قاسمی) خلاصہ یہ ہے کہ حضرت حسینؑ کو یزید کے مقابلہ میں کامیاب ہونے کی امید تھی۔ اس لئے

انہوں نے بیعت نہ کی۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ اصحابؓ کو کامیابی کی اُمید نہ تھی اس لئے انہوں نے یزید کی مخالفت نہ کی۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب کوفیوں کی فطاری کی وجہ سے آپ کو کامیابی کی اُمید نہ رہی تو پھر آپ نے ابن سعد کے سامنے یہ تین شرطیں پیش کریں (۱) واپس لوٹ جائیں (۲) سرحد پر کفار کے ساتھ جہاد میں شامل ہو جائیں (۳) خود یزید کے پاس جا کر بات کر لیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ امام حسینؑ نے ایک شرعی بنیاد پر یزید کی مخالفت کی تھی نہ کہ محض حصول اقتدار کی خواہش کے تحت جیسا کہ عباسی اور ان کی ہارٹی کہتے ہیں لیکن جب کوفیوں سے مایوس ہو گئے تو سابقہ پالیسی میں تبدیلی کر دی۔ یعنی مقابلہ کا ارادہ ترک کر دیا لیکن محمود احمد عباسی صاحب کا یہ قول غلط ہے کہ حضرت حسینؑ نے اپنے مرقف میں تبدیلی کر لی تھی اور یزید کی بیعت کے لئے ہی اس کے پاس جانے کی اجازت چاہی۔ اس لئے کہ۔

(ا) آپ کے کسی قول سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ نے سابقہ نظریہ ترک کر دیا تھا جن روایات میں یہ آتا ہے کہ آپ نے فرمایا ”کہ میں یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دوں“ اس میں بھی آپ نے اس کی توجیہ کی وضاحت نہیں کی۔ یعنی یہ کہ میری سابقہ رائے صحیح نہ تھی۔

(ب) اگر آپ سابقہ موقف سے رجوع کرتے ہوئے بیعت یزید کے لئے آمادہ ہو جاتے تو پھر دوسری دو صورتیں پیش نہ کرتے یعنی واپس وطن جانا، یا کفار سے جہاد کے لئے نکلتا۔ کیونکہ اصل نزاع تو بیعت یزید کے بارے میں تھی اس لئے اگر آپ بیعت کرنے کے خواہشمند ہوتے تو صرف یہی مطالبہ پیش کرتے کہ مجھ کو یزید کے پاس لے جاؤ تاکہ میں بیعت کر لوں۔ پھر اس کام کی تکمیل کے بعد آپ واپس وطن بھی جاسکتے تھے اور جہاد پر بھی۔ باقی دونوں

صورتیں پیش کرنا ہی اس امر کی دلیل ہے کہ آپ نے بیعت کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ علامہ ازہری یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر آپ نے فسق یزید کی وجہ سے اس کی بیعت نہیں کی تھی تو کیا اب آپ کے نزدیک اس کے فسق کا ازالہ ہو گیا تھا یا آپ نے اس سابقہ رائے کو غلط قرار دیدیا تھا کہ یزید فاسق ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ کامیابی اور غلبہ کی امید ختم ہونے کے بعد آپ نے حالات کے تحت حضرت عبداللہ عظمیٰ کے اجتہاد کے مطابق یزید کی بیعت کا ارادہ کیا تھا۔ تو اس صورت میں بھی یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے یزید کو صلح سمجھ لیا تھا۔ بلکہ اس صورت میں یہ کہا جائے گا کہ آپ نے اصول البیتین پر عمل کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

اسی مکتوب میں حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں:- اور **ایک غلط فہمی کا ازالہ** | اختلافی مسائل میں ایک شخص کا دوسرے سے اختلاف کرنا اس کا سبب نہیں ہو سکتا کہ وہ دوسرے لوگ اس اختلاف کرنے والے کو فاسق قرار دیں۔ زیادہ سے زیادہ اگر کوئی کہہ سکتا ہے تو یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت امامؒ نے اس مسئلہ میں غلطی کی۔ لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے کیونکہ مجتہد سے غلطی بھی ہوتی ہے اور درستی بھی الخ۔

اس میں حضرت نانوتویؒ نے بالغرض یہ لکھا ہے کہ ان سے اجتہادی خطا تو ہو سکتی ہے لیکن اجتہادی خطا کے صدور کی وجہ سے ان کی شہادت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن خود حضرت نانوتویؒ کا موقف یہ ہے کہ حضرت حسینؑ سے اس بارے میں اجتہادی خطا نہیں ہوئی اور آپ کا اجتہاد صحیح تھا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:- ہرچہ حضرت عبداللہ بن عمرو اشال اوشال کہ دند بجا کہ دند۔ وآنچہ حضرت سید الشہداءؑ نمودند نین حق و صواب نمودند۔ پس جو کچھ حضرت عبداللہ بن عمرو ان جلیسوں نے کیا وہ بجا کیا اور جو کچھ حضرت سید الشہداءؑ امام حسینؑ نے کیا وہ بالکل حق اور صواب

(صحیح) کیا۔

لقب سید الشہداء | حضرت نانوہؑ نے حضرت حسینؑ کے نام کے ساتھ سید الشہداء لکھا ہے۔ اس پر بعض لوگ یہ اعتراض کرتے

ہیں کہ سید الشہداء تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا ہے اس لفظیہ لقب کسی دوسرے کے لئے جائز نہیں۔ اس کا جواب حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے دیا ہے کہ اگر دعویٰ تخصیص کا الفاظ ہی کے ساتھ خاص ہے تو اس اطلاق کو کمال کے ساتھ خاص کیا جائے گا مگر ذکر ماور

حضرت امام حسینؑ کو بعد کے درجہ میں سید الشہداء کہا جائے گا۔ مثلاً سید الشہداء میں لام عہد کا ہوا اور مراد اس سے شہداء کے مقابل ہوں۔ حضرت امام کے ان کے سید اور تیس ہونے میں کلام نہیں۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے الحسن والحسین سید شباب اہل الجنۃ (یعنی حسن و حسین اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں) اور ظاہر ہے کہ شباب (نوجوانوں) میں شہداء بھی ہیں تو ان کے بھی سردار ہونے تو سید الشہداء ہونا بے تکلف نص سے ثابت ہو گیا الخ (امداد الفتاویٰ جلد چہارم ص ۵۹)

حضرت تھانویؒ کے ارشاد کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت حمزہؓ بھی تمام شہداء کے سردار نہیں ہیں کیونکہ شہداء میں انبیاء سے کرام علیہم السلام بھی ہیں اور شہدائے بدر بھی۔ اس لئے یہ ایسا لقب نہیں ہے کسی دوسرے پر اس کا اطلاق ناجائز ہے اور حضرت حسینؑ بھی تمام شہداء کے سردار نہیں ہیں۔ صرف شہدائے کربلا وغیرہ کے سردار ہیں۔ اس مسئلہ کی تفصیل امداد الفتاویٰ میں مذکور ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

المتمہید فی بیان فتنی یزید | پاکستان میں اہل سنت والجماعت کی عقلیت اور ناواقفیت کی وجہ سے شیعیت وغیرہ دوسرے

فتنوں کے ساتھ خارجیت بعنوان یزیدیت کا فتنہ بھی پھیل رہا ہے۔ جس میں

دیوبندی حلقہ بھی مبتلا ہو رہا ہے۔ تحریک خدام اہل سنت کے ایک نوجوان عالم قاری شیر محمد صاحب علوی سلمہ (فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور) نے حجۃ الاسلام حضرت نافوٹوی قدس سرہ کا یہ محققانہ مکتوب کتابی صورت میں شائع کر کے ایک اہم دینی خدمت سر انجام دی ہے۔ اور اس پر مستنزدیہ کہ انہوں نے ابتدائیہ کے طور پر اپنا ایک جامع مقالہ بعنوان ”التمہید فی بیان فسق یزید“ بھی اس میں شامل کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ علم و عمل میں ترقی عطا فرمائیں۔ آمین سجاد رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ حجۃ الاسلام حضرت نافوٹوی کی تحریرات عام فہم نہیں ہوتیں۔ عام تعلیم یافتہ حضرات (جو علمی مباحث کے سمجھنے کی زیادہ اہلیت نہیں رکھتے) اگر کسی مضمون کی کوئی بات سمجھ نہ سکیں تو وہ کسی سنی واقف عالم سے سمجھ لیں۔

حضرت گنگوہی و حضرت نافوٹوی | مطابق مئی ۱۹۶۶ء کو قصبہ دیوبند دارالعلوم دیوبند کی بنیاد ۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ

ضلع سہارنپور (روپہ) کی مسجد چھتہ میں ایک انار کے درخت کے نیچے رکھی گئی مٹی کی قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی اور حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نافوٹوی دارالعلوم کی دو عظیم مرکزی جامع الصفات شخصیتیں ہیں۔ جن کو روحانی فیض شیخ المشائخ اہم چشتیہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی قدس سرہ سے حاصل ہوا ہے۔ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا السید حسین احمد صاحب محدث مدنی سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند اپنے ایک مضمون میں دارالعلوم دیوبند کی تاسیس کے سلسلہ میں فرماتے ہیں: ”اس روز افزوں فتنہ (یعنی ۱۹۵۷ء) میں انگریزی حکومت کے مظالم نے اہل اللہ کے چھکے چھڑا دیئے۔ ان کو صاف دکھائی دینے لگا کہ اگر اُمتِ مختوری سی بھی غفلت برتی گئی تو حکومت اسلامیہ کی طرح مذہب اسلام اور صحیح عقیدہ اور عمل بھی بہت جلد ہندوستان سے رخصت ہو جائے گا۔ اس نے اپنی کوششوں سے

اور صرف اپنی کوششوں سے ایک ایسی آزاد دینی درسگاہ قائم کرنی چاہیے۔ جو مسلمانوں کی مذہبی صحیح اور واقعی رہنمائی کرتی ہوئی لوگوں کے لئے نمونہ بنے۔ ملک ہندوستان میں اہل سنت والجماعت کی حسب طریقہ اسلاف کرام محافظ ہو۔ وہ اگر ایک طرف بخاری اور ترمذی کی روحانیت پیدا کرے تو دوسری طرف ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ کی نورانیت کی بھی ذمہ دار ہو۔ وہ اگر ایک طرف اشعریؒ اور ماتریدیؒ کی تحقیقات کا چمکند نمونہ کرے تو دوسری طرف جُنید بغدادیؒ اور سری سقطیؒ کی گمشدہ پلاوے۔ وہ نہ صرف اتباع شریعت کا فوق و شوق پیدا کرے بلکہ سنت نبویہ اور طریقت باطنیہ کا بھی والد اور فریضہ بناوے۔ وہ اگر ایک طرف اسلام کی اُردو فی محافظت کا مکہ پیدا کرے تو دوسری طرف مخالفین اسلام کے بیرونی حملوں کے بچانے کی قوت کی بھی کفیل ہو۔ الفرض نقاد پر کے تصرفات اور اہل اللہ کی یمنوں اور دعاؤں نے چند ایسے باہست اور پاکیزہ حضرات کو کھڑا کیا جو علم اور عمل کے جامع اور زبد و ریاضت کے محدث تھے۔ انہوں نے ایسے معجون مرکب نصاب اور طرز تعلیم وغیرہ کو مرتب کیا جو کہ ولی الہی حدیث و تفسیر اور نظامی معمول کا جامع تھا، اس طرح وہ حقیقی نقد کا حامی مجددی اتباع سنت کا محافظ اور اہل سنت والجماعت کا آرگن تھا جس کو حضرت مجدد الف ثانیؒ نے دوسو برس پیشتر اپنی روحانی قوت سے سہاگ کیا تھا اور بوقت نظر بندی دیوبند سے گزرتے وقت فرمایا تھا کہ یہاں سے احادیث نبویہ کی بُرائی ہے۔

اسی مضمون میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ :-

حضرت نانوتویؒ کا خواب

میں نے بعض ظاہری علوم ہی سے آراستہ ہونے والے نفوس کے ہاتھ میں نہیں رہی بلکہ اس کی باگ ہر زمانے میں اہل اللہ کے ہاتھوں میں رہی جو کہ طریقت اور حقیقت کے قطب اور امام اور روحانی کالات اور معنوی علوم کے آفتاب بھی تھے۔ ریاضت اور تقویٰ

سے انہوں نے اپنے آپ کو پاکیزہ بنالیا تھا۔ حضرت نانوتوی مولانا محمد قاسم قدس اللہ سرہ العزیز کا وہ خواب کہ خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑے ہوئے ہیں اور ان کے پیروں کے نیچے چاروں طرف سے نہریں جاری ہیں اور مولانا رفیع الدین (مہتمم) اکی یہ رویا یعنی خواب کہ علوم و نبیہ کی کتبیاں ان کو دی گئی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اہل اللہ کے مبشرات کا منظر یہ مدرسہ ہی ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ معنوی برکات اور مقدس اور پاکیزہ ارواح مقبولہ کے سایہ سے آج تک دارالعلوم خالی نہیں رہا۔ (ماخوذ از الجمعیت دہلی۔ دارالعلوم دیوبند نمبر)

دیوبندی حضرات کی خدمت میں | اسلام کے نام پر امت میں جتنے فرقے بنے ہیں یا بنیں گے ان سب میں حسب

ارشاد رسالت مَا آنَا عَلَیْہِا وَاَصْحَابِی رَیْعُوْہُ لَوْکَ صُنْتِیْ ہُوْں گے جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر ہوں گے، اہل سنت و الجماعت ہی برحق ہیں اور دارالعلوم دیوبند اس دور میں مسلک اہل سنت و الجماعت کا ہی رشد و ہدایت کا ایک عظیم مرکز ہے اللہ تعالیٰ اس کو داخل اور خارجی فتنوں سے محفوظ رکھیں۔ آمین بجاہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم۔

پاکستان کے دیوبندی حلقوں میں اس وقت بہت زیادہ افتراق و انتشار پایا جاتا ہے۔ اور اس کی غالب وجہ یہ ہے کہ دیوبندی مسلک حق سے باوجود دعویٰ دیوبندیت کے انحراف کیا جا رہا ہے۔ دیوبندی حلقہ میں ہی عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منکد پائے جاتے ہیں جو اس نظریہ کی تبلیغ میں سرگرمی دکھا رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس درود و سلام پڑھا جائے تو آپ نہیں سنتے۔ اور بعض غالی یہاں تک کہہ رہے ہیں کہ جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس درود و سلام سننے کا عقیدہ رکھے وہ ٹھنڈ ٹھاس مشرک ہے۔ العباد باللہ حالانکہ حضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے عندا نقبر سماع پر اہل سنت و الجماعت کا اجماع ہے۔ اور اس میں حایان یزید نمودار ہو رہے ہیں۔

موجودہ انتشار کے سدباب کا یہی واحد راستہ ہے کہ اکابر دیوبندی علمی اور اعتقادی

دستاویز ”المبتد علی المفند“ پر اتفاق کیا جائے اور یزید کے بارے میں حضرات محققین دیندہ اور جمہور اہل سنت کے موقف کی حمایت و حفاظت کی جائے اور جو لوگ دغا دہوں یا غیر علماء مسلک اکابر دیندہ کی پیروی نہیں کرتے، مثلاً حیات النبیؐ کا انکار کرتے یا یزید کی حمایت کرتے ہیں تو ان سے انقطاع کر لیا جائے۔ اسی طرح جو افراد یا جماعتیں حضرات خلفائے راشدین، اہل بیت، ائمہ مومنین، اہل بیت اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں افراط و تفریط میں مبتلا ہیں رسوائے چند صحابہ کے باقی سب کے ایمان کا انکار کرتے ہیں یا تنقید و جرح سے ان کی دینی عقلمنوں کو مجروح کرتے ہیں، اور اہل السنۃ و الجماعت کے اجماعی مسلک کی پابندی نہیں کرتے ان سے اشتراک و اتحاد بھی مسلک حق کے لئے بہت زیادہ ہلک ہے۔ حق تعالیٰ ہم سب کو مذہب اہل السنۃ و الجماعت کی اتباع، خدمت اور نصرت کی ہمیشہ توفیق عطا فرمائی آمین بجاہ امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔ والسلام

خادم اہل سنت منظر حسین غفرلہ

مدنی جامع مسجد چکوال، امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان

۲۴ جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ ۲۰ اپریل ۱۹۸۲ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبی بعده
وعلى آله وصحبه والذین اوفوا عہدہ ، اما بعد

یہ زیرِ نظر رسالہ حجتہ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ
(م ۱۲۹۷ھ) کے مجموعہ مکتوبات مسیحی یہ قائم العلوم میں نوائے
مکتوب ہے یہ مکتوب مولانا فخر احسن صاحب گنگوہی کے نام ہے۔ ان کا تعلق
انوار انجم میں کرایا جا چکا ہے لہذا یہاں ان کے تعلق کی ضرورت نہیں
ملاوہ از یہ ہم نے اپنی مصنفہ کتاب انوار قاسمی جلد اول میں جو ایسی
نومبر ۱۹۶۱ء میں ادارہ سعیدیہ سے شائع ہوئی ہے ، اس میں بھی مولانا
فخر احسن صاحب کے حالات پر تفصیل سے بحث کی ہے لہذا وہاں بھی
مطالعہ کر سکتے ہیں۔

مضمون مکتوب

مولانا فخر احسن صاحب کے جواب میں اس مکتوب میں سنیوں کے قواعد کے
مطابق حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پر حضرت قاسم العلوم نے
نمایات مجتہدانہ ، عالمانہ ، فقیہانہ اور محققانہ بحث کی ہے اور سچ تو یہ ہے کہ حضرت
مولانا نے جس احتیاط اور اجتناب سے شہادت امام حسین پر کلام کیا ہے ، اس کے
بعد کسی کو لب کشائی کی گنجائش نہیں رہتی۔ انہوں نے اس مکتوب کے اول میں یہ فرمایا
ہے کہ مجتہد ائمہ (امام ابو حنیفہ اور امام مالک وغیرہما) کی طرح ائمہ اہل بیت بھی اجتہادی

مقام رکھتے تھے۔ یہی مقام امام الشہداء امام حسینؑ کا تھا۔ اور مجتہد ائمہ اپنے اجتہاد پر عمل کرنے کے مکلف ہیں۔ دوسروں کی پیروی اُن کے لئے ضروری نہیں۔ البتہ امام سے اجتہادی غلطی ممکن ہے۔

حضرت امام حسینؑ رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت نہیں کی تھی۔ چونکہ امام حسینؑ خود اہل حل وعقد ہیں گئے، اس لئے اگر دیگر اکابر نے مصلحتاً یزید کی بیعت کر بھی لی تھی، تو حضرت امامؑ پر یزید کی بیعت کرنا لازم نہ تھا۔ لہذا جب امام حسینؑ نے یزید کی بیعت ہی نہیں کی تو اس کے خلاف اٹھنا خروج کیونکر ہوا۔ جن لوگوں نے حضرت امامؑ کے خروج پر اپنے قلم کا زور صرف کر دیا ہے وہ تحقیق کے مقابلتہ بہت دُور جا پڑے ہیں۔

علاوہ ازیں یزید کی بیعت پر اجماع نہ تھا۔ جب تک کسی کے بارے میں اجماع نہ ہو جائے اس وقت تک بیعت نہ کرنے والوں پر الزام عائد نہیں ہوتا۔ ہاں جب کسی کی بیعت کے بارے میں اجماع ثابت ہو جائے تو پھر ضروری ہو جاتا ہے کہ اجماع کی پیروی کی جائے۔ نیز اگر اجماع کے منعقد ہونے سے پہلے اگر کسی مسئلے میں اختلاف ہو جائے تو اجماع منعقد ہو جانے کے بعد پہلے سے اختلاف کرنے والا اجماع کے خلاف طعن کی زد میں نہیں آتا۔ پھر مولانا نے اپنے مقدمات میں یہ بھی ایک اصول پیش کیا ہے کہ مطلقاً خلافت کا منعقد ہونا اور بات ہے اور عام خلافت کا منعقد ہونا اور چیز ہے۔ بیعت کا مطلق انعقاد تو ایک دو آدمیوں کی بیعت سے بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ البتہ عام انعقاد تمام اہل حل وعقد کے متفق ہونے بغیر نہیں ہو سکتا۔ چونکہ امام حسینؑ نے بیعت نہیں کی لہذا تمام اہل حل وعقد کا متفق ہونا حاصل نہ ہو سکا۔

پھر اگر خلافت کے تحت پر کوئی فاسق و فاجر چڑھ بیٹھے اور بدعات و معاصی کا بازار گرم ہو جائے یا گرم ہونے کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں اگر کوئی صاحبِ بہمت اٹھ کھڑا ہو، اور اس کو خلافت سے علیحدہ کر دے تو اس میں کسی کو مخالفت کا کیا موقع ہے۔ ہاں اگر فاسق خلیفہ کے آثار دینے میں قنہٴ عظیم ہو، اور دین اور اہل دین کی بے پروائی

کی صورت پیدا ہو جائے تو پھر اس وقت عارضی طور پر خموشی کی اجازت ہے۔ اس صورت میں خلیفہ کو زجر اور تنبیہ کی ضرورت ہے۔ یاں ایسی صورت میں بھی اگر اپنے رفکار، اعزہ اور اپنی جان پر صدمے کو نظر میں نہ لاتے ہوئے حق کا علم بلند کریں تو یہ ہمت اور الوا العزمی کی بات ہے اور ایسا ہی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ افضل جماد جابر بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ہے۔ یاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ایک شخص فتنوں کا احساس قومی رکھتا ہے اور فاسق خلیفہ کے مقابلے کی ہمت نہیں رکھتا، تو ایسے شخص کے لئے نہ کھڑا ہونا ہی مناسب ہے لیکن اگر کوئی شخص نہیں ڈرتا تو اس کے لئے مباح ہے کہ وہ خلیفہ کو تخت سے اتار پھینکنے کی کوشش کرے۔ بہر حال یہ اپنی اپنی ہمت کا معاملہ ہے۔

اس بحث کے بعد حضرت مولانا نے فرمایا ہے کہ خلافت کا اہل حق کے لئے اسلام اور قریشیت کافی ہے لیکن صحیح معنی میں خلیفہ ہونے کے لئے کثرت علم، عمل صالح، حسن تدبیر، ہمت اور ترک دنیا کی ضرورت ہے۔ ایسے خلیفہ سرکشی سخت ممنوع ہے۔ یزید میں عمل صالح اور ترک دنیا کا فقدان تھا۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے شخص کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ولی عہد کیوں بنایا۔ مولانا لکھتے ہیں کہ اس وقت وہ ایسا نہ تھا، یا تھا تو ان کے علم میں اس کا فسق نہ آیا تھا۔ علاوہ ازیں امیر معاویہ کا نظریہ خلیفہ کے بارے میں یہ تھا کہ انتظام ملکی میں اگر کسی کو سلیقہ زیادہ ہو۔ تو وہ اس پاک باز سے خلافت کا زیادہ اہل ہے جو انتظام کا سلیقہ نہیں رکھتا۔ اس لئے انہوں نے یزید کو ولی عہد بنا دیا۔ مولانا لکھتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ یہ وارد ہوتا ہے کہ یزید کو ولی عہد بننا کرافضیت کو پس پشت ڈال دیا گیا۔ اور افضل کو خلیفہ بنانا افضل ہے نہ کہ واجب۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یزید نے پُر پڑنے لگائے، اور فسق و فجور میں مبتلا ہو گیا۔ اس وقت اہل حل و عقد کی رائے مختلف ہو گئی جس کی کو فتنہ و فساد کا اندیشہ غالب آیا، اس نے مجبوراً بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ اور جن

حضرات نے ایک بڑی جماعت کے وعدے پر غلبہ کی اُمید رکھی مثلاً امام حسین اور حضرت عبداللہ بن زبیر نے، تو وہ جنگ کے لئے کھڑے ہو گئے، اور انہوں نے درست کیا اور اس اختلاف کی بنیاد صرف غلبہ اور عدم غلبہ پر ہے نہ کہ اصل فعل کے جائز اور ناجائز ہونے پر۔ اتفاق سے حضرت امام حسینؑ کی تدبیر فیل ہو گئی۔ اور ایسا جنگوں میں ہوا ہی کرتا ہے۔ جیسا کہ جنگِ احد اور جنگِ خنین میں مسلمانوں کو عارضی اتہزی پیش آئی تھی۔ ان دونوں جنگوں میں جو صحابہ مارے گئے وہ یقیناً شہید ہوئے کہ انکی نیت اچھی تھی۔

شہادت کی پہلی وجہ | اسی طرح حضرت امام حسینؑ کی نیت بھی ایک فاسق کو خلافت سے علیحدہ کرنے کی تھی جو صالح نیت تھی۔ لہذا اس صورت میں اگر وہ مارے گئے تو شہید ہوئے کیونکہ اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے۔

شہادت کی دوسری وجہ | اور اگر پہلی وجہ کو نظر انداز بھی کر دیا جائے تو میدانِ کربلا میں امام مظلوم نے جنگ سے گریز کر کے واپس جانے کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن یزید کے شکر اور سپاہیوں نے انہیں نہیں چھوڑا، اور گھیر کر شہید کر دیا۔ اور وہ اس حدیث کے مطابق شہید ہوئے :

من قتل دون عرضہ و مالہ جو اپنی عزت اور مال بچانے کے لئے
فہو شہید۔ قتل کیا گیا تو وہ شہید ہے۔



در تحقیق و اثبات شہادت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ موافق قواعد سنّیاں

سُنّیوں کے اصول کے مطابق حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے اثبات اور تحقیق میں

بجواب خط

مولوی فخر الحسن صاحب گنگوہی مدرسہ دہلی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العالمين	تمام تعریفیں جانوں کے پروردگار کے
والصلوة والسلام على سيد	لئے ہیں اور درود و سلام رسولوں کے مزار
الموسلين سيدنا محمد	ہمارے آقا محمدؐ اور ان کی اولاد اور اصحاب
واله وصحبه اجمعين	سب پر ہو۔ خدا کی تعریف اور رسولؐ
بعد حمد وصلوة اول مقدمات چند	پر درود کے بعد پہلے میں چند تمہیدیں
میں نویسیم کہ ثبوت مدعا و فروع ان	لکھتا ہوں کہ مدعا کا ثبوت اور اس کی
بلے ان مقدمات دشوار ست۔ ان	وضاحت ان تمہیدوں کے بغیر مشکل ہے
مقدمات این ست :	اور وہ مقدمات یہ ہیں :

مقدمات

مقدمات

پہلا مقدمہ | اول یہ ہے کہ حضرت

مقدمہ اول | اول آنکہ حضرت امام

حسینؑ و دیگر ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین نزد اہل سنت مثل دیگر ائمہ مجتہدین امام و مجتہد اند کہ خطا اجتہادی از و شاں ممکن۔ عقیدہ مائل شیعہ آل نیرت کہ امام را خطا محال و غلطی ازاں متمنع باشد۔ ہر چند وریں مقام بہیں قدر کافی ست چہ مقام، مقام جواب ست۔ بیان اصول خود بس ست۔ عرض دلیل ضرورت نیست۔ زیرا کہ اعترض از طرف شیعہ بیان ست و اعترض بکسے ہیں ست کہ معارض مذہب اصول مذہب و اثبات کردہ آید۔ پس اگر گوئیم کہ مذہب ما این نیست کہ مے گویند۔ مذہب ما دیگر ست، کفایت میکند۔ ایراد و دلیل وریں مقام ضرور نخواہد بود۔ اما تا ہم اس راہ اجمالی بایں طرف ہم کردہ میروم تا ناظر مناظر طالب حق را از ما بدایتے باشد و بر متعصب اعترض و نکایتے۔ و رقصہ اُسرائی بدر معلوم باشد کہ راسی نبوی صلی اللہ علیہ وسلم چہ بود و از حضرت خداوندی چہ خطاب آمد۔ و در قصہ نقش غم معلوم شد

امام حسینؑ اور دوسرے اہل بیت کے امام اللہ کی ان سب پر رضا مندی ہو، اہل سنت کے نزدیک دوسرے مجتہد اماموں (امام ابوحنیفہ وغیرہ) کی طرف امام اور مجتہد ہیں کہ اجتہادی غلطی ان سے ممکن ہے۔ ہمارا عقیدہ شیعہوں کی طرف یہ نہیں ہے کہ امام سے بجدول چوک محال اور غلطی ناممکن ہے ہر چند کہ اس مقام پر اسی قدر لکھنا کافی ہے کیونکہ یہ مقام، جواب کا مقام ہے۔ اپنے اصول کا لکھ دینا کافی ہے دلیل کا پیش کر دینا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ اعترض شیعہوں کی طرف سے کسی پر اعترض یہی ہو سکتا ہے کہ اس کے مذہب اور اصول مذہب کے خلاف کسی بات کو پیش کر دیا جائے، جو اس کے معارض ہو۔ پس اگر ہم کہیں کہ ہمارا مذہب یہ نہیں ہے کہ لوگ کہتے ہیں جہاد مذہب اور ہے تو اتنا کہہ دینا کافی ہے۔ اس مقام پر دلیل کا لانا ضروری نہ ہو گا۔ تاہم اجمالی اشارہ اس طرف بھی کر کے میں آگے روانہ ہوا ہوں تاکہ غور و فکر کرنے والے حق کے طالب گار مناظر کو ہماری طرف سے کوئی ہایت حاصل ہو جائے اور متعصب پر اعراض اور انعام عائد ہو جائے

کہ راہی حضرت داؤد علیہ السلام چہ
 بود و فہمّٰنہا سُلَیْمٰن چہ
 ارشاد فرمود۔ پس چوں حال انبیار
 علیہم السلام در اجتناد ایں است
 حال دیگر مجتہدان چہ باشد۔ پس چگونہ
 بدر کے قیدیوں کے قصہ میں معلوم ہونا چاہیے
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ کیا تھا اور حضرت
 خدا کی طرف سے کیا فرمایا گیا۔ اور بکریوں کے
 جھگڑے میں معلوم ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام
 کی رائے کیا تھی اور ہم نے سلیمان کو سمجھا دیا۔

اسلئے غزوہ بدر میں شہر کا فر پکڑے ہوئے آئے۔ آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا۔ بعض نے قتل کا مشورہ
 دیا۔ بعض نے کچھ مال لے کر چھوڑ دینے کا مشورہ دیا۔ حضور نے بھی رحم دلی کی وجہ سے اسی رائے کو
 پسند فرمایا۔ چنانچہ عقبہ، نضر اور طہمہر قتل کئے گئے۔ باقی سب قیدیوں سے فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دیا
 گیا۔ البتہ حضرت ابو العاصؓ کو کچھ لئے بغیر صحابہ کی رائے سے چھوڑ دیا گیا۔ اس پر یہ کہیں نازل
 ہوئیں۔ مَا كَانَ لِنَبِيِّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يَتَخَنَّ فِي الْأَرْضِ ط
 زُرِيدُونَ عَوَضَ الدَّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝
 یعنی نبی کے شان کے لائق نہیں کہ ان کے قیدی باقی رہیں جب تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح خونریزی
 نہ کر لیں۔ تم تو دنیا کا مال اسباب چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت کو چاہتے ہیں اور اللہ غالب
 حکمت والے ہیں۔ (سورہ انفال۔ پارہ ۷ رکوع ۹)۔

اسلئے ایک کھیت میں کچھ لوگوں کی بکریاں جا پہنچیں اور انہوں نے کھیت کھا لیا۔ داؤد علیہ السلام
 نے کھیت کی لاگت اور بکریوں کی قیمت کو برابر پا کر بکریاں کھیت والے کو دینے کا فیصلہ کر دیا جو شرع
 کے مطابق تھا لیکن چونکہ اس میں بکریوں والوں کا بالکل ہی نقصان تھا اس لئے سلیمان علیہ السلام نے
 دونوں کی رضامندی سے فیصلہ کر دیا کہ چند روز کے لئے بکریاں کھیت والے کو دی جائیں کہ گزاریہ
 کرے۔ اور بکریوں والوں کے کھیت سپرد کیا کہ آبپاشی کریں۔ جب کھیت پہلی حالت کو آگیا، تو
 بکریاں مالکوں کو واپس ہوئیں اور کھیت والے کو کھیت دے دیا۔ وَدَّادُ وَ سُلَیْمٰن
 اِذْ يَحْكُمْنَ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَسَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَ كُنَّا لِحُكْمِهِمْ
 شٰہِدِيْنَ ۝ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَ ج (سورہ انبیاء۔ رکوع ۶)

نگویند کہ
 "الْمُجْتَمِعُ يُخْطِئُ وَيُصِيبُ"
 میں کیا حکم فرمایا۔ پس جب انبیاء علیہم السلام کا
 حال اجتماع میں یہ ہے تو دوسرے مجتہدوں کا
 کیا ہوگا۔ اس لئے کیوں نہ یہ کہیں کہ — مجتہد خطا بھی کرتا ہے اور ٹھیک
 فیصلہ بھی کرتا ہے۔"

مقدمہ دوم [دویم آنکہ مجتہدان
 مامور باتباع اجتماع و خویش تن اند،
 اتباع مجتہدان دیگر روانیست ورنہ
 ازین چہ کہ کم اتباع دیگران ضرور
 نیست۔]
 دوسرا مقدمہ [دوسری بات یہ ہے
 کہ مجتہد ائمہ اپنے اجتماع کے مطابق عمل
 کرنے پر حکم دیئے گئے ہیں۔ ان کے لئے دوسرے
 اماموں کی پیروی درست نہیں ہے، ورنہ
 اس سے بھی کیا حکم کہ دوسروں کی پیروی
 ضروری نہیں ہے۔]

مقدمہ سوم۔ در حقیقت اجتماع؛
 سوم آنکہ حقیقت اجتماع ایس ست کہ
 ہمہ اہل راہی یک عصر یا زیادہ در امری
 بایں طور راہی زنتہ کہ ایں امر بظلال
 فلال وجوہ چنیں ست یا چنانہ فقط
 عدم مخالفت چنانچہ جملہ
 ما دا کا المؤمنون حسنا
 فہو عند اللہ حسن۔
 تیسرا مقدمہ۔ اجماع کے متعلق؛
 تیسری بات یہ ہے کہ اجماع کی حقیقت یہ ہے
 کہ ایک دور یا زیادہ کے تمام اہل راہ کی کسی معاملے
 میں اس طرح رائے دیں کہ یہ امر فلال دلائل کی
 بنا پر اس طرح یا اس طرح ہے۔ صرف مخالفت
 نہ کرنا اجماع نہیں کہلا سکتا چنانچہ یہ جملہ کہ
 "جس امر کو مومنین اچھا سمجھیں تو وہ
 اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔"

یہی ازماخذ ہای حجۃ اجماع ست۔ ہر
 ہمیں امر دلالۃ سے کند چہ رویت دریں
 جملہ رویت قلبی ست نہ رویت
 بصری۔ و رویت قبلہ ہمیں طور
 جو اجماع کے حجت ہونے کی دلیلوں میں
 سے ایک دلیل ہے و دہی اسی بات پر
 دلالت کرتا ہے کیونکہ اس جملہ میں دیکھنے
 سے دل کا دیکھنا مراد ہے نہ کہ آنکھ کا دیکھنا۔

می باشد کہ عرض کردہ شد۔ پس اگر
 یک دو کس از علماء ذی رای بامری
 رفتند و دیگران مسابله کردند و
 بی آنکہ خود ہم در آن امر بطور مذکور ننگزند
 اتباع اوشان اختیار فرمودند لازم
 یا خود اہل رای نبودند و قلدانہ پیروی،
 اوشان شدند ایس را اجماع نباید
 گفت۔ و همچنین اگر شخصی یا جماعتی
 بر امری بی تنقیح و جوہ حلتہ و حرمتہ
 اصطلاح کردند چنانکہ در رسوم می باشد
 اجماع نخواہد بود۔

اور دل کا دیکھنا اسی طریقے سے ہوتا ہے
 جیسا کہ عرض کیا گیا۔ پس اگر صاحب رائے
 علماء میں سے ایک دو عالم کسی بات کی
 طرف گئے اور دوسروں نے سستی اختیار
 کی اور خود بھی اس کے بغیر کہ اس معاملے میں
 مذکورہ طریقے سے غور کریں، ان کا اتباع
 اختیار کیا یا خود صاحب رائے نے سختے اور تقلیدی
 طور پر ان کے پیروں گئے تو اس کو اجماع
 نہ کہنا چاہیئے۔ اور اسی طرح اگر کسی شخص
 یا کسی جماعت نے کسی امر میں حلال اور حرام
 ہونے کی وجوہات کی تیق کے بغیر اصطلاح
 بنائی جیسا کہ (شادی بیاہ کی) رسموں میں ہوتا ہے تو وہ اجماع نہ ہوگا۔

مقدمہ چہارم | چہارم آنکہ اتباع
 اجماع مذکور ہم بعد تحقق اجماع لازم
 اگر مسئلہ قبل تحقق و انعقاد اجماع مختلف
 فیہ باشد کہ سانیکہ پیشتر از انعقاد
 اجماع مخالفت اجماع کار کردہ اند،
 اوشان مورد طعن مخالفت اجماع
 نخواہند شد۔

چوتھا مقدمہ | چوتھا مقدمہ یہ کہ اجماع
 مذکور کی پیروی اجماع کے ثابت ہونے کے
 بعد ہی ضروری ہے۔ اگر کوئی مسئلہ اجماع
 کے متحقق اور منعقد ہونے سے پہلے اختلافی ہوگا،
 تو وہ لوگ جنہوں نے اجماع کے منعقد ہونے
 سے پہلے، بعد میں منعقد ہونے والے اجماع
 کے مخالف کام کیا ہے تو وہ لوگ اجماع کی
 مخالفت کے طعنے میں نہیں آئیں گے۔

مقدمہ پنجم | پنجم آنکہ انعقاد مطلق خلافت
 چیز ہی دیگر است و عموم خلافت چیز ہی

پانچواں مقدمہ | پانچواں مقدمہ یہ ہے
 کہ مطلق خلافت کا منعقد ہونا دوسری چیز

دیگر۔ تو یہ بحث اس سرت کہ

حُكْمُكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ
مَسْكُوتٌ عَنْ دَرِئَتِهِ - (حدیث)

پس بیعت ہر اعلیٰ متلزم انعقاد
بیعت در حق رعیت اوست و ہمین
ست معنی وجوب و لزوم بیعت اہل
حل و عقد۔ پس بیعت حضرت ابن
سمرہ مثلاً متلزم وجوب اطاعت در
حق حشم و خدم و اتباع اوشالست
از ملازمین و موالی و اولاد و غیر کم نہ در
حق حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ
و اتباع اوشالست انکہ گفتہ اند کہ
عدو معین در بارۃ اہل حل و عقد مشروط
نیست بنائش برین سرت کہ وجود
اہل حل و عقد را قاعدہ معین نیست۔
باعث بار اتفاق کلمہ و تفرق کلمہ اہل
حل و عقد قلیل و کثیری شوند نہ آنکہ
برای عموم انعقاد کیف ما اتفق بیعتہ
یک دو کس از اہل حل و عقد کافی ست۔

ہے اور عام خلافت کا ہونا دوسری چیز۔
اس کی وضاحت یہ ہے کہ
"تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور
تم میں سے ہر ایک اپنی رعیت کے بارے
میں ذمہ دار ہے۔"

اس لئے ہر سردار کا بیعت کرنا،
اسی کی رعایا کے حق میں بیعت منعقد ہو جانے
کا موجب ہے، اور یہی معنی ہیں اہل حل و عقد
کے بیعت کے واجب ہونے کے پس مثال
کے طور پر ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ کہ بیعت
کرنا ان کے نوکر چاکر اور ان کے متبعین کے حق
میں بھی اطاعت کا موجب ہے۔ جن میں
ملازمین، غلام اور اولاد وغیرہم شامل ہیں۔
لیکن امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے
تابع لوگوں کے اوپر واجب نہیں ہے اور
علماء نے یہ جو کہاتے کہ اہل حل و عقد کے
بارے میں کسی معین عدو کی شرط نہیں ہے
اس کی بنیاد اسی پر ہے کہ اہل حل و عقد کے
وجود کے لئے کوئی قاعدہ مقرر نہیں ہے بلکہ
اتفاق اور اختلاف کلمہ کے اعتبار سے اہل
حل و عقد میں سے کم اور زیادہ ہو سکتے ہیں
اور یہ بات نہیں ہے کہ عام بیعت منعقد ہونے کیلئے حسب الاتفاق اہل حل و عقد

میں سے ایک دو آدمیوں کی بیعت کر لینا کافی ہے۔

مثلاً در زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و خلافت خلفائے ثلاثہ مصداق اہل حل و عقد ایک کس بیش نبود۔
 مراد ام ایست کہ صلح و جنگ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، صلح و جنگ ہر اہل اسلام بود و ہمچنین صلح و جنگ خلفاء بعد اتفاق مردم بر خلافت و شان صلح و جنگ جملہ رعیت بود و پس ازاں کہ اس اتحاد مبدل با فراق شد و جماعتہائے جدا جدا پیدا شدند اہل حل و عقد کثیر شدند ہر حلقہ ہر جماعتی مصداق مفہوم اہل حل و عقد بود۔ دیر وقت بیعت ایک کس از اہل حل و عقد موجب انعقاد مطلق خلافت نہ بود۔
 کسانیکہ از اتباع آنکس از اتباع خلیفہ بروشاں لازم است اما دیگران و اتباع دیگران یا کسانیکہ نہ ورعیر کسی نہ در تغیر کسی ازین لزوم و وجوب مرفوع است لم اند۔ ہاں اگر ہمہ اہل حل و عقد درست ارادت و کف بیعت بدست یکی از اہل اسلام و ہند

مثال کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تینوں خلفاء کی خلافت کے زمانے میں اہل حل و عقد کا مصداق ایک شخص سے زیادہ نہ تھا میرا مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صلح اور جنگ تمام مسلمانوں کی صلح و جنگ تھی اور اسی طرح آپ کے خلفاء کی صلح و جنگ انکی خلافت پر تمام کے متفق ہو جانے کے بعد تمام بنایا کی صلح و جنگ تھی اور اس کے بعد کہ یہ اتحاد (چوتھے خلیفہ کے زمانے میں) نا اتفاقی میں بدل گیا اور جماعتیں جدا جدا پیدا ہو گئیں تو اہل حل و عقد بھی بہت ہو گئے۔
 ہر جماعت کا سردار اہل حل و عقد کے مفہوم کا مصداق بن گیا۔ اس وقت اہل حل و عقد میں سے ایک شخص کی بیعت مطلق خلافت کے منقہ ہونے کا سبب ہوگی (نہ کہ عام خلافت کے منقہ ہونے کا) جو لوگ اس کے پیرو ہوئے خلیفہ کا اتباع ان پر لازم ہوگا لیکن دوسرے اہل حل و عقد اور ان کے پیرو یا وہ لوگ جو نہ کسی جماعت میں ہیں اور نہ کسی کی پارٹی میں ہیں وہ لوگ اس بیعت کے لازم اور واجب ہونے سے آزاد ہو گئے۔ ہاں اگر تمام اہل حل و عقد بیعت

اور اراوت کا ہاتھ مسلمانوں میں کسی ایک کے ہاتھ میں دے دیں تو تمام مسلمانوں کو خواہ کسی کے تعلق میں یا نہ ہوں اس شخص کی فرمانبرداری ضروری اور لازمی ہو جائے گی۔ اور اگر ہم کچھ چشم پوشی کریں تو اس سے زیادہ کینے کا موقع نہیں ہے کہ خود سرحدی کا کوئی سردار نہ ہو اور بغیر سردار کے اپنی راہ چلنے والے لوگوں کو اس کی پیروی اور فرمانبرداری ضروری ہوگی لیکن باقی اہل حل و عقد اس قسم کی ہر ایک اطاعت سے بچ جائیں۔

ہاں اگر کوئی شخص ایسی نبوی مرکزیت لکھتا ہو کہ وہ اپنے ساتھ کوئی دفاوار شکر لکھتا ہو لیکن علم و عمل میں دوسروں کے برابر نہیں اور دوسرے جو کہ علم و عمل سے کافی حصہ رکھتے ہیں تمام کے تمام متفق ہو جائیں اور کسی کی امارت قبول کر لیں اس وقت مذکورہ ذہنی شخص کو اور اس کے پیچھے چلنے والوں کو انہی پیروی ضروری ہو جائے گی کیونکہ وہ لوگ اللہ کے احکام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق واجب الطاعت ہیں اور اہل حل و عقد اس کے حق میں۔ آیت

اَنْ يَّمْلِكُوا مِنْكُمْ خِيفَةٌ مِّنْ عَدُوِّكُمْ

ہمہ کس را از اہل اسلام خواہ از اتبلاع کسی باشند یا نبی اطاعت آں کس لازم و واجب خواہد بود۔ و اگر قدری چشم پوشیم زیادہ ازیں مجال گفتن نیست کہ بنی سیران خود سرحدی روان بی سرور را غاشیہ برداریش و صلحہ بگویش در گوش لازم آید اما باقیان از اہل حل و عقد ہر گونہ ازیں اطاعت و کرنارند۔ آری اگر شخصے نیکستہ منوی چنان داشتہ باشد کہ شکر کی تعلق فرمان ہمعنان وارد اما در علم و عمل ہم سنگ دیگران نیست و دیگران کہ از علم و عمل بہرہ وافر دارند ہر یک جان و یکھن شونہ و دست بہ دست کسی نہند۔ آں وقت شخص مذکور و اتباعتش را نیز اتباع و اقتدار او شان لازم خواہد افتاد چہ او شان حسب اشارات ربانی و تمکینات نبوی واجب الطاعت اند و اہل حل و عقد در حق او آیت

فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ

لہ یہ آیت یعنی نولہ نفر من کل فریقۃ الخ پارہ علی سورۃ توبہ رکوع ۷۷ میں ہے مترجم

مَنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا
 فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا
 قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ
 لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ○ وسم
 جملہ اطیعوا اللہ و اطیعوا
 الرسول و اُولی الامر منکم
 اگر انصاف باشد و جوہ
 اطاعتہ انہیں کسان لالہ و انسداد۔
 اگر ضیق و مت مانع و خروج
 ایں بحث از بحث مزاحم حال نبودی
 دریں بارہ نقشبندیہ میگردم با اینہ
 اَلْعَاقِلُ تَكْفِيهِ اِلَا شَارَكَ
 اینقدر کہ گفتہ شد بہر رہنمائی
 کافی ست۔ و ایں نکتہ اخیرہ دفع
 و خل متدرست کہ شاید بر زبان
 کسی آید۔ بالجملہ مطلق انعقاد بمعیتہ
 یکہ و کس حاصل مے شود و عموم
 و شمول انعقاد بی اتفاق جملہ اہل حل و
 عقد متصور نیست۔ ہاں اگر حل و عقد
 در یک کس منحصر گردد آن وقت عموم

کیوں نہیں سفر کرتا تاکہ دین میں سمجھ حاصل
 کریں۔ اور اپنی قوم کو جب اُن کی
 طرف واپس آئیں، ڈرائیں، تاکہ وہ
 خدہ نہ کریں۔ اور نیز آیت "اطاعت کرو
 تم اللہ اور اطاعت کرو تم رسول کی اور
 تم میں سے جو حاکم ہوں" اس طرح کے
 لوگوں کی اطاعت پر واضح دلالت کرتی ہے
 بشرطیکہ انصاف سے کام لیا جائے۔
 اگر وقت کی تنگی مانع نہ ہوتی اور اس
 بحث کا موضوع سے نکل جانے کا معاملہ موجود
 حالت کے درمیان رکاوٹ نہ بنتا تو اس بار
 میں قلم سے پھول بٹے نکالتا۔ اس کے باوجود
 عقلمند آدمی کیلئے اشارہ کافی ہوتا ہے کے مطابق
 جو کچھ کہہ گا گیارہنمائی کیلئے کافی ہے اور یہ
 آخری نکتہ ایک پیدا ہونے والے اعتراض کی پہلے
 ہی سے پیش بندی کیلئے ہے کہ شاید کسی کی
 زبان پر یہ بات آجائے۔ بالجملہ بیعت کا
 مطلق انعقاد تو ایک آدمیوں کی بیعت بھی
 حاصل ہو جاتا ہے اور عام انعقاد تمام اہل
 حل و عقد کے متفق ہونے بغیر نہیں ہو سکتا۔

لہ پوری آیت اس طرح ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اطِيعُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوا
 الرَّسُوْلَ وَاُوْلٰى الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔ (پارہ ۵ سورۃ نساء۔ رکوع ۵)

خلافت بیک کس نیز حاصل میتوان
ہاں اگر اہل حل و عقد کی اہلیت ایک ہی
شخص میں منحصر ہو جائے تو اس وقت خلافت

کام عام ہونا ایک شخص کے ذریعے سے بھی حاصل ہو سکتی ہے۔

و انچسہ در شرح مقاصد ست :
و تنعقد الامامة بطرائق
احدها بیعة اهل الحل
والعقد الى ان قال بل
لو تعلق الحل والعقد
بواحد مطاع کفت
بیعتہ۔

اور وہ جو کہ شرح مقاصد میں ہے (کہ) :
اور امامت کسی طریقوں سے منعقد ہو جاتی ہے
ان میں سے ایک طریقہ اہل حل و عقد کی بیعت
کر لینا ہے یہاں تک کہ پھر مصنف شرح مقاصد
نے کہا "بلکہ اگر کسی ایک ہی واجب الامت
سے حل و عقد وابستہ ہو جائے تو اسی ایک
کی بیعت کر لینا کافی ہے۔

بعد ازاں گذشتہ
و الثاني استخلاف الامام
الحل اگر طرق مطلق انعقاد باشند
معنی آنست کہ برای مطلق انعقاد
بیعت یک دو کس و ہم استخلاف
و ہم قمر و شو کہ کافی ست لیکن در
مطلق انعقاد عموم انعقاد لازم نمی آید
تا حضرت امام را اطاعت یزید
لازم و خروج بر اں حرام گردد۔ و اگر
طرق انعقاد مطلق اعنی عموم و شمول
خلافت اند و صحیح ہمیں ست و
معنی آن ست کہ اہل حل و عقد در

اس کے بعد صاحب شرح مقاصد نے کہا :
اور دوسرا طریقہ انعقاد امامت کا استخلاف
امام ہے الخ۔ اگر یہ طریقہ مطلق انعقاد امامت
کے طریقے ہوں تو یہ معنی ہیں کہ مطلق انعقاد
کے لئے ایک دو آدمیوں کی بیعت اور نیز
استخلاف اور غلبہ اور شوکت کافی ہے لیکن
مطلق انعقاد سے انعقاد کا عام ہونا لازم
نہیں آتا ہے کہ حضرت امام حسینؑ کو نزدیک امامت
لازم ہو، اور اس کے خلاف امامت حرام ہو، اور
اگر یہ طریقہ کامل انعقاد یعنی خلافت عام
اور شامل ہونے کے طریقے ہیں اور صحیح بھی یہی
ہے تو معنی یہ ہونگے کہ اگر اہل حل و عقد فقط

ایک دوشخص ہیں تو وہی کافی ہیں کیونکہ اہل حل و عقد کے لئے کوئی عدد مقرر نہیں ہے لیکن اس صورت میں بھی حضرت امام حسینؑ کو بیزید کی اطاعت ضروری نہیں ہو جاتی کیونکہ عام خلافت تمام اہل حل و عقد کے بغیر ممکن نہیں ہے چونکہ حضرت امام حسینؑ نے بیعت نہیں کی اس لئے سب اہل حل و عقد کا متفق ہونا حاصل نہ ہو سکا۔ اس لئے اس صورت میں تمام اہل حل و عقد دو کے پابند ہونگے یا چار کے۔ ہاں ان کے لئے کوئی عدد مقرر نہیں ہے۔

چھٹا مقدمہ | چھٹے یہ کہ کسی خلیفہ کے خلافت اور چیز ہے اور بیعت کر دینا دوسری بات ہے۔ چنانچہ عہد شکنی کہ نادوسری چیز ہے اور معاہدے کو ختم کر دینا اور بات ہے۔ اول یعنی عہد توڑنا تو وہ عہد کو پورا کر دینا عہد کے بارے میں سوال کیا جائے گا یہ اور قسموں کو ان کی تاکید کے بعد مدت توڑ دے کے حکم کے مطابق ناجائز ہے۔

ایک دوس منحصراً اوشان کافی اند۔ زیرا کہ عددی برائے اہل حل و عقد معین نیست۔ لیکن اندیں صورت ہم حضرت امام را اطاعت بیزید ضرور نیست زیرا کہ خلافت بی اجتماع جملہ اہل حل و عقد متصور نیست۔ چوں حضرت امام بیعت نکردند اتفاق جملہ میسر نیامد۔ بالجملہ اندرین صورت ہمہ اہل حل و عقد پابند دو باشند یا چار۔ ہاں عددی برای اوشان معین نیست۔

مقدمہ ششم | ششم آنکہ خروج چیزی دیگر است و غلبہ بیعت چیزی دیگر۔ چنانچہ نقض عہد چیزے دیگر است و منابذہ عہد چیزی دیگر۔

اول بگم "أَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا" وَلَا تَنْقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا "منوع سے و ثانی

لہ وَاَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا (پارہ ۱۵۔ سورہ نحل اسرئیل ۸)
لہ وَلَا تَنْقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا (سورہ نحل۔ رکوع ۱۳)

اور عہد کو منہ پر مارنا۔ تو برابر ہی کے طور پر ان کی طرف عہد کو پھینک دو، کے ارشادِ باری کے مطابق مباح ہے۔ اسی طرح امام کے خلاف بغاوت بیعت کرنے کے بعد از خود ناجائز ہے اور بیعت ضرورت کے وقت بری ہو جانا اپنی جگہ مباح ہے اگر کوئی فاقہ خلافت کے تحت پر چڑھ بیٹھے گا تو حقوق کا ضائع ہونا منظم کا صواب ہونا، عوام کا احکام الہی میں شکت پڑ جانا، جاہلوں میں بدعت کا شائع ہو جانا گمان کیا جاسکتا ہے بلکہ ان امور کا واقع ہونا لازمی بات ہے۔ اس وقت ضرورت کی وجہ سے اگر کوئی ہمت والا شخص اٹھ کھڑا ہو اور خلیفہ کے امن کو کھڑے جو اس کو خلافت کے تحت آتا پھینکے اور کسی منصف آدمی کے ہاتھ پر بیعت کئے تو میں کسی عقلمند کو ایسا نہیں

یٰۤاِیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قٰتِلُوْا الَّذِیْنَ یُّکَفِّرُوْنَ عَنْکُمْ سَیِّئَاتِهِمْ سَوَآءٌ مَّۤا بَاحَ یُجَنِّسُ خُرُوْجُہُمْ اِمَامٌۢ بَعْدَ بَعِیْثٍ مَّۤمْنُوْعٍ بِالْاِذَا تِ سَت۔ و خلع بیعت وقت ضرورت بذات خود مباح۔ اگر فاسقی سربراہ اسے خلافت با شر تعطل حقوق و صواب منظم و توانی عوام و احکام و شیوع بدعات و درجاہلای منظنون بلکہ ضروری الوقوع ست۔ دریں وقت ضرورت اگر صاحب ہمتی بر خیز و دوست بدماں خلیفہ آویزد و از سر بر خلافتش بر کشد و دست بدست عادی زند، عاقلی را ہمیدانم کہ روئرش کند و چیں برجیں افگند و آواز انکار بریں کار برد۔ ہاں اگر دریں عزل و

سے پوری آیت یہ۔ **وَ اِذَا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِیۡۤاَنَةً فَتَنْبِذْ اِلَیْہِمۡ عَلٰی سَوَآءٍ طَرَانِ اللّٰہُ لَا یُحِبُّ الْخٰۤیۡنِیۡنَ**۔ اور اگر آپ کو کسی قوم سے دغا کا ڈر ہو تو ان کا عہد ان کی طرف پھینک دیں۔ ایسی طرح کہ تم اور وہ برابر ہو جائیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ دغا بازوں کو پسند نہیں کرتا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی قوم میں ایسے آثار پائے جائیں کہ وہ عہد شکنی پر آمادہ ہیں تو آپ کو اجازت ہے کہ اگر مصلحت سمجھیں تو ان کا عہد واپس کر دیں۔ اور معاہدے کی دست برداری سے ان کو مطلع کر دیں۔ تاکہ دونوں مسایا نہ طور پر آگاہ ہو جائیں۔ (سورۃ انفال۔ رکوع ۷۔ پارہ ۷)۔

پاتا کہ وہ ترش رو ہو اور اسکی پیشانی پر بل
پڑ جائیں اور ایسا کرنے پر مخالفت کی آواز بلند
کرے۔ ہاں اگر اس فاسق خلیفہ کے اہل
اور دوسرے کو متحرک کرنے میں قند پیدا ہو جائے،
اور دین اور اہل دین کی بے آبروئی ہو، تو
عارضی طور پر ایسا کرنے والے کیلئے ممانعت
پیدا ہو جائیگی۔ اسلئے فساد کی متعدد کڑی مطالبات
تنبیہ اور رجوع فرمیں ہے۔ اگر دین کا شیرازہ منتشر
ہو تا نظر آئے یا اہل دین کی پریشانی کا گمان غالب
ہو تو اس کے خلاف اٹھنا لائق نہیں کہ اس کام کے
قریب بھی چٹکیں اور اگر کوئی صدمہ اپنی جان یا
مال یا اپنے موافقین فرمانبرداروں پر واقع ہوتا
دیکھیں تو یہ بہت کم کام ہے۔ اس الٰہی لغوی کا مقصد
وہی ہے جیسا کہ جابر بادشاہ کے سامنے حق کا
کلمہ کہنا برمی شہادت کی حدیث کے تم نے سبھا
ہو گا۔ مگر تمہیں معلوم ہے کہ قند و فساد کا اندیشہ
جیسا کہ واقعات کے اعتبار سے مختلف ہے اسی
طرح اندیشہ کرنے والوں کے اعتبار سے بھی
مختلف ہو گا۔ تاہم ایک شخص کو ایک واقعے
میں کتنے ہی خطے محسوس ہوتے ہیں اور بہت کوتاہ

نصب قند بر نیزد و آبروی دین و
اہل دین ریزد البتہ مخالفت عارضی ماضی
حال اس فعال خواہ شد۔ پس
بقند مفاسد، انکار و انوجار
ضروری ست۔ اگر برہمی دین بنظر
آید یا پریشانی اہل دین مظنون بود
نشاید کہ پیرامون اس کار گردند۔
و اگر فقط صدمہ بر جان و مال
خود یا اتباع یک جان خود افتاد
ببینند اس خود از عزائم ست۔
منشأ ر اس عزیمت ہماں ست،
کہ از اعظم شہادۃ کلمہ حق عند
سلطان جائز او کما قال فہمید باشی۔
گردانی کہ اندیشہ قند و فساد چنانچہ باعتبار
وقائع مختلف است بچنین باعتبار اندیشہ کنایاں
مختلف است یکی را در یک واقعہ
اندیشہا بر روی کار می آیند و
و ہمتہ را می گزایند و یکے را
امید ہا کار مے فرمایند و ہمتش را
می افزایند۔ پس اگر شخصے از اقامتہ

لہ و اَفْضَلُ الْجَمَادِ مَنْ قَالَ كَلِمَةَ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِدٍ (حدیث)
افضل جماد ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ہے۔ (مترجم)

دیتے ہیں اور ایک شخص کیلئے امید افزا ہوتے ہیں اور
اسکی ہمت کو بڑھاتے ہیں پس اگر کوئی شخص کسی
فاسق کو تخت سے اتارنے میں قہقروں ڈرتا ہے اور
دوسرا اس کو اتارنے اور دوسرے کو خلیفہ بنانے
میں امید رکھتا ہے، تو قہقروں والے کیلئے ممنوع اور نہ
ڈرنے والے کیلئے مباح ہوگا۔ باقی اس قصہ کو اللہ ہی
جانتا ہے کہ کس کی رائے ٹھیک ہے اور کس کی غلط
کیونکہ مجتہد سے غلطی بھی ہوتی ہے اور درست بھی۔

خلافت کی لیاقت اور اہلیت کے بارے میں

ساتویں بات یہ ہے کہ خلافت کی لیاقت
واہلیت دو قسم کی ہوتی ہے۔

اول یہ کہ خلافت کی سپرنگ اس شخص
کے لئے فقط جائز ہو۔ اتنی لیاقت صرف
اسلام اور قریشیت سے حاصل ہو جاتی
ہے اور نیکی اور پرہیزگاری کی اس میں چند
ضرورت نہیں۔

دوسرے یہ کہ خلافت کا لباس اس
کے قدر پر فٹ آجائے۔ میرا مطلب یہ ہے
کہ دین کا اقتدار اس کے ہاتھوں اغلب ہو تو
اس قسم کی لیاقت کثرت علم، عمل صالح اور
حسن تدبیر، ہمت، بلند اور ترک دنیا کے
بغیر میسر نہیں ہو سکتی ہے۔ اس لئے

فلسفے از مسند خلافت از فتنہ
بترسد و دیگرے امید وریں
عزل و نصب دار و آں را ممنوع و
ایں را مباح خواہد بود۔ باقی
ایں قصہ را خدا داند کہ راسی
کدام بر صواب ست و کدام بر
خطا۔ "المجتہد یخطی و
یصیب۔

در اہلیت و لیاقت خلافت

ہنتم ایئم اہلیت و لیاقت خلافت
بدو گونہ ست۔

یہ آئیکہ تفویض خلافت باو
روا بود و بس ایں قدر لیاقت
فقط باسلام و قریشیت بہم
میرسد و صلاح و تقوی و ریتقہ
بکار نیست۔

دویم آئیکہ خلعت خلافت

بر بالائی حال اور راست اید۔ یعنی
تمکین دین از دست او مطمئن بود۔
ایں قسم لیاقت بے علم وافر و عمل
صالح و حسن تدبیر و ہمت بلند و
ترک دنیا میسر نہ توان شد۔ پس

جو کچھ کہ نسا کی حدیثوں میں روایت کیا گیا ہے کہ :

"ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تنگی اور فراخی، سمجھ اور دکھ میں مطیع و فرمانبردار رہنے کی بیعت کی اور یہ کہ ہم اہل امر سے کسی امر میں جبکہ انہیں کریں گے۔ اور یہ کہ ہم حق کہیں گے، اور حق پر قائم رہیں گے۔ ہم جس حال میں بھی ہوں گے ہم کسی ملامت کرنے والے کی ملامت نہیں ڈریں گے۔"

اسی دوسری اہلیت خلافت نظر رکھتے ہوئے ہے کہ کسی امر میں جھگڑنے سے اس کی اہلیت کے باوجود منع فرمایا ہے۔
دلیل اول | اور اسکی دلیل اول تو یہی حدیث ہے کیونکہ آخری جملہ میری مراد ہے ان نقول او نقوم بالحق الخ خود اتنی بات پر واضح دلیل ہے کہ اگر خلیفہ وقت بیکار ہو تو حق بات کا اعلان کرنا چاہیے اور یہ امر بدرجہ اتم اس وقت ہی ظاہر ہوگا جب کہ اس فاسق خلیفہ کی بیعت کو گلے سے نکال پھینکیں۔

دوسری دلیل | دوسرے یہ کہ مسند

آنچسور در احادیث نسا مروی ست کہ :

بایعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی السمع والطاعة فی السر والعسر والمنشط والمکرة وان لا ننازع الامراء له وان نقول او نقوم بالحق حیث ما کنا لا نخاف لومة لائم۔

نظر پر ہمیں اہلیت ثانیہ ست کہ ازمنہ زحمتہ امر باوجود اک اہلیت منع فرمودہ اند۔

دلیل اول | ویش اول ہمیں حدیث ست چہ جملہ اخیرہ اعنی ان نقول او نقوم بالحق الخ خود بریں قدر دلالت واضحہ دارد کہ اگر خلیفہ وقت فاسق بود داد حق باید داد۔ و ایں امر بدرجہ اتم ہماں وقت بطور کند کہ خلیفہ بیعت توان کرد۔

دلیل دوم | دوم آنچسور در اقامتہ

فاسق از مسند خلافت و نشانند
عادل بجائش ہیچ مخدوری مکنون و
لازم ذات نیست کہ احتراز از
قابل است تمام باشد۔ باقی ماند آنکہ
اندیشہ فتنہ و فساد موجب نہی
باشد۔ اگر عقل باشد دریں جا
معقول نیست۔ چہ اول علی الاطلاق
ایں طور منع نمی فرمودند۔ بلکہ بشرط
اندیشہ مذکور منع می فرمودند
و اگر بجا احتیاط و توجہ فساد دین نہیں
و قانع حجتہ کردہ ابد قطع نظر از
آنکہ مارا کہ مجبوسیم احتمال ہم
کافی است بجنبہ تعنت این را
چہ جواب است کہ قرینہ عطف
جملہ لاحقہ یعنی وَأَنْ نَقُولَ أَوْ
نَقُولَ بِالْحَقِّ مسجہ اول است
مثنائی یعنی آنکہ مراد از اہلیۃ انصاف
ہم و تقویٰ و زہد و قوۃ و ہمت
و حسن تدبیر ہست نہ فقط اسلام
و قریشیہ۔

ہنقم آنکہ انعقاد خلافت
بوجہ استیلاء و قہر و غلبہ بحکم

خلافت سے فاسق کو اتار دینے اور اسکی
جگہ انصاف پرست کو بٹھانے پر کوئی ایسا
نقصان پوشیدہ نہیں ہے اور نہ لازم آتا ہے
کہ اس سے بچنا ضروری ہو۔ باقی رہا یہ کہ فتنہ
و فساد کا اندیشہ مانعیت کا سبب ہو، تو
اگر کوئی عقل والا ہو تو اس کے لئے یہاں
معقول نہیں ہے کیونکہ اول تو مطلقاً اس
طور پر منع نہیں فرماتے تھے بلکہ مذکور اندیشہ
کی شرط پر منع فرماتے تھے اور اگر اکثریت
کے لحاظ سے فساد کا واقع ہوا اس جیسے
مواقع پر رجحان میں لایا جائے تو قطع نظر
اس کے کہ ہم جواب دینے والے ہیں
اس کا احتمال بھی کافی ہے۔ سوائے دھیمکا
دھانگی کے اس کا کیا جواب ہے کہ جملہ
لاحقہ کے عطف کا قرینہ مرنی مراد وَأَنْ
نَقُولَ أَوْ نَقُولَ، اول کی تفسیر کر رہا
ہے نہ کہ دوسرے کی۔ میرا مطلب یہ ہے
کہ اہلیت سے مراد علم، پرہیزگاری،
زہد اور ہمت کی قوت اور حسن تدبیر
ہے۔ صرف مسلمان اور قریشی ہونا کافی نہیں ہے۔
ساتویں یہ کہ خلافت کا انعقاد،
غلبہ، زور اور زبردستی کی وجہ سے ضرورت

ضرورت سے و خروج اندیل صورت
 باندیشہ فتنہ و فساد نہ آنکہ بذات
 خود ممنوع است۔ پس اگر کسی بجز
 و غلبہ متسلط شود و دیگران را
 لائق خلافت ننماید اگر امید غلبہ
 دارند رواست کہ سر بر آزند و
 دست از اطاعتش بدارند۔ آئندہ
 خدا و ائمہ کہ ایں ظن اوشان
 راست خوابد آمدیانی۔ واللہ اعلم
 ، مشتم آنکہ اتباع و اطاعت
 ائمہ و خلفاء و جوب آل مشروط
 بشرط بقاء امامت است و خلافت
 مثل اتباع رسل تا وقتیکہ نبوة
 کسی بحال خود باقی است ، اعنی
 منسوخ نبوة دیگرے ننگر دیدہ
 اتباع او امر و نوابی شان
 ضرورت سے و زمانیکہ اوشان از
 عمدة نبوة خود بر آیند اعنی
 نبوة شان منسوخ گردد ۔ آندم
 اتباع اوشان ضرور نیست ،
 خواہ اوشان زندہ باشند مثل
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا مردہ

کے سبب سے اور اس صورت میں اطاعت
 سے نکل جانا فتنہ و فساد کے اندیشے سے منع
 ہے نہ یہ کہ بذات خود خروج ناجائز ہے پس
 اگر کوئی غلبہ اور طاقت قابض ہو جائے اور
 دوسروں کو خلافت کے لائق نہ دکھائی دے تو
 اگر غلبہ کی امید رکھتے ہوں تو درست ہے کہ اس کے
 خلاف اٹھ کھڑے ہوں اور اس کی اطاعت نہ
 اٹھالیں۔ آئندہ خدا جانتا ہے کہ ان کا یہ گمان
 درست ہو گا یا نہیں۔ واللہ اعلم۔
 اٹھویں یہ کہ خلفاء اور اماموں کی
 اطاعت اور پیروی کا واجب ہونا۔ انکی
 امامت کے باقی رہنے کی شرط کے ساتھ
 مشروط ہے جیسا کہ رسولوں کی پیروی
 ان کی رسالت کی بقاء کی شرط کے ساتھ
 مشروط ہوا کرتی ہے جب تک کہ کسی نبی کی
 نبوت اپنی حالت پر باقی ہے یعنی دوسرے
 نبی کی نبوت منسوخ نہیں ہوتی تو اس کے
 احکامات کی پیروی ضروری ہے اور جب
 انبیاء اپنی نبوت سے عہدہ برآ ہو جائیں یعنی
 انکی نبوت منسوخ ہو جائے تو اس وقت انکی
 پیروی ضروری نہیں ہے۔ وہ خواہ زندہ ہی کیوں
 نہ ہوں جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام یا اپنی امتیاز

بموت مخصوص خود۔ ہمچنین خلفاء
را باید پنداشت۔ پس اگر خلیفہ را
بوجہی معزول کنند یا خلافت او
قبول نکنند اتباع او امر و نواہی او
لازم نخواہد بود۔ غایت ما فی الباب
ایں عزل و عدم قبول نازیبا و مکروه
و ممنوع بود۔ غرض تاکید است تبوی
بنسبت اطاعت اولی الامر علی العموم است
بلکہ تا وقت بقار خلافت امامت
شان است۔

امامت اور خلافت کے باقی رہنے کے وقت تک ہیں۔

نہم آنکہ اگر افراد کثیرہ در
لیاقت بمعنی ثانی شریک باشند
فرق اگر باشد در شدت و ضعف
و زیادہ و قلت باشد۔ ان وقت
افضل آنست کہ افضل را خلیفہ
گردانند نہ آنکہ واجب است
چنانچہ ظاہر است و ہم از قصہ
بیعتہ خلیفہ اول با مرچہ بعد
وفات سرور کائنات علیہ و
علی آلہ الصلوٰات و التسلیمات
اول انصار را داعیہ امامت بسر

نویں یہ کہ اگر بہرست آدمی یا وقت
بمعنی ثانی (یعنی قریشی متقی اور عالم وغیرہ)
میں شریک ہوں اور اگر ان میں کوئی فرق ہو
تو شدت اور ضعف اور زیادتی و قلت میں ہو
تو اس وقت افضل یہ ہے کہ سب سے زیادہ اچھے
آدمی کو خلیفہ بنائیں البتہ یہ واجب نہیں
ہے (اولیٰ یہ ہے کہ افضل کو بنائیں) جیسا کہ
ظاہر ہے چنانچہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ
و سلم کی وفات کے بعد خلیفہ اول کی بیعت
کے قصہ میں اول انصار کے دماغ میں غلط
کا جو جذبہ پیدا ہوا، تو اگر امامت میں

افضلیت (واجب ہوتی تو پھر انصار کا داعیہ ایک خیال محال ہوتا۔ کیونکہ صحابہ حین صحابہ کی اور ان میں بھی چار یاروں اور باقی عشرہ مبشرہ کی افضلیت اس زمانے میں بدیہی طور پر مسلم تھی۔ خاص طور پر خلیفہ اول کی افضلیت اور اگر کہا جائے کہ اس وقت تک خلیفہ کا افضل ہونا قریشی ہونے کی ضرورت کی طرح ضروری نہ تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قریشی ہونے کی ضرورت صرف شرعی ہے عقل کو اس میں دخل دینے کی مجال نہیں ہے۔ ہاں افضلیت اس درجہ پر ہے کہ اگر ضروری ہو یعنی واضح ہو، اور چلے ہم اس کو بھی چھوڑتے ہیں اور اس کے بعد (کہ حدیث کے مطابق کہ)

”خلفاء قریش میں سے ہوں گے“
سنائی گئی تو اس وقت خلیفہ اول نے خلافت کو حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہم کے حوالے کیا جیسا کہ آپ یاد ہوگا۔ یہ بات اس تہ عا پر مکمل دلیل ہے۔ کیونکہ اپنے مقابلے میں اگر وہ

اقتاد۔ اگر افضلیت در امام ضروری ہو دے اس خیال محال ہو۔
چہ افضلیت مہاجرین و انہم چار یار و بقیہ عشرہ مبشرہ و ان زمانہ ہم حکم بدیہیات داشت خصوصاً افضلیت خلیفہ اول۔ و اگر گفتہ شود کہ تا آن وقت ضرورت افضلیت مثل ضرورت قریشیت معلوم نباشد۔

جوابش این است کہ ضرورت قریشیت محض شرعی است و عقل را در آن مجال مداخلت نیست آری افضلیت بمشابه است کہ اگر ضروری باشد اعنی بدیہی بود و ازین ہم واگذاشتیم، پس از آنکہ

”الائمة من قریش“
خواندہ شدہ آل وقت کہ خلیفہ اول حوالہ بر حضرت عمر و حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہم کروند چنانکہ یاد باشد، خود دلیل کامل است بریں مدعا۔ چہ اگر نسبت خود

دوسروں کو افضل جانتے، اور یقیناً
دوسروں کے مرتبوں کا فرق ان کو معلوم
تھا تو جس کسی کو وہ افضل سمجھتے، اسی کی
بیعت کرنے کے لئے ارشاد فرماتے۔

شعبہ | اور اگر یہ کہا جائے کہ دونوں
کو ایک ہی مرتبہ کا سمجھا ہو گا تو ہر چند کہ یہ
خیال بیہودہ اور دھینگاشتی ہے، اور
سخت زبردستی ہے تو پھر اس بات کا کیا
عذر پیش کریں گے کہ حضرت امام حسن،
رضی اللہ عنہ نے خلافت حضرت امیر
معاویہؓ کے سپرد کر دی تھی۔ شیعہ لوگ اگر
نظر حق میں بند کر کے یا پھوڑ کر تقیہ کا عذر
کریں گے۔ مگر سنی کیا کہہ سکیں گے۔
ہر چند شیعوں کا تقیہ کا عذر بھی
اس واقعہ میں دھینگاشتی ہے کیونکہ اتنی
کثیر التعداد فوج جو ان کے پاس تھی اور فوج
بھی انکار کر رہی تھی یہ تقیہ کا عذر گوزشتہ
زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

لیکن بحث توسنیوں کے اصول پر
ہو رہی ہے لیکن چونکہ سنی پہلے تسلیم کر
چکے ہیں اس لئے انہیں تسلیم کرنے کے سوا
کوئی چارہ نہیں ہے اور اس قدر بحث کے بعد

دیگران را افضل میدانستند باری
تفاوت مراتب دیگران بالیقین
معلوم بود۔ ہر کرا افضل میدانستند بہ
بیعت ہماں کس ارشاد میفرمودند۔

شعبہ | و اگر گفتہ شود کہ ہر
دو را بیک مرتبہ دانستہ باشند
ہر چند ایں قسم بیہودہ خیالات
تعنت محض است و مکابرہ سخت
دریں امر چہ عذر خواهند آورد کہ
حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ
خلافت با امیر معاویہؓ سپردند۔ شیعہ
اگر چشم حق میں بستہ یا شکستہ عذر
تقیہ کنند سُنّیاں چہ خواهند گفت
ہر چند ایں عذر شیعیان نیز دریں
واقعہ تعنت و مکابرہ است
چہ با ایں افواج کثیرہ کہ بودند و
اں انکار کہ لشکریان کہ نمودند ایں
عذر پوچہ بنرخ گوزشتہ میارزد۔

اما کلام بر اصول سُنّیاں است
اوشاں را بجز تسلیم آنکہ خود تسلیم
کردند هیچ چارہ نیست و بعد
ایں ہمسہ چنین و چنان ایں قدر

بہسی است کہ افضلیت کے موجب افضلیت اختلاف اولیٰ تو اس شد، سبب وجوب اختلاف او نتوان شد۔

دہم آنکہ حال و معرض تحول می باشد ہمیں است کہ حال نام کو دند پس ممکن بلکہ ہزار ہا رامی بینم کہ وقتی تقویٰ است و طہارت و زہد است و عبادت و سجادۂ طاعت بردوش و حلقہ طاعت خداوندی در گوش باز پس از چندی مسخر و شیطان مے شوند و برعکس رہ اول میروند۔ در حال اول لیاقت خلافت بمعنی ثانی دارند نہ در حال ثانی۔

یازدہم آنکہ او امر و نواہی نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہ فقط برائے ایجاب و تحریم می باشند بہر استحباب و غیرہ امور معلومہ نیز می باشند۔ آری تمیز اینکہ اس امر و نہی برائے ایجاب و تحریم است

یہ بات کھل کر آگئی ہے کہ کسی کا افضل ہونا خلیفہ نامزد کرنے کیلئے صرف افضلیت کا موجب ہو سکتا ہے اس کی نامزدگی کے واجب ہونے کا سبب نہیں ہو سکتا۔

دسویں بات یہ ہے کہ انسان کی حالت بدلتی رہتی ہے اسی وجہ سے تو اس کا نام حال رکھا ہے پس ممکن ہے بلکہ ہزاروں کو میں دیکھتا ہوں کہ ایک وقت تقویٰ، طہارت اور دنیا سے بے رغبتی ان کو ہوتی ہے اور عبادت اور اطاعت کا مصلیٰ کنندہ پر ہے اور اطاعت غلامانہی کا حلقہ گان میں ہے لیکن پھر کچھ عرصہ کے بعد شیطان کا کھلونا بن جاتے ہیں اور پہلی راہ ہدایت کے برخلاف چلنے لگتے ہیں پہلی حالت میں تو وہ دوسرے معنی میں خلافت کی لیاقت رکھتے ہیں لیکن دوسری حالت میں نہیں۔ گیارہواں اصول یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوامر و نواہی صرف کسی چیز کو واجب و حرام کرنے کے لئے ہی نہیں ہوتے بلکہ امور معلومہ استحباب و اجتناب وغیرہ کیلئے بھی ہوتے ہیں۔ البتہ یہ تمیز کرنا کہ کونسا امر و نہی ایجاب و تحریم کے لئے ہے

اور کونسا استحباب و اباحت کے نسبتے
 ہر شخص کے بس کا کام نہیں ہے بل وہ شخص
 جو کہ امر و نہی کے مقتضائے مراتب اور ان کے
 اغراض اعلیٰ کا فرق پہچانتا ہے ہی اس فرق
 کو سمجھ سکتا ہے چونکہ ہم اس خاص مسئلے میں
 بحث کر رہے ہیں تو کچھ اشارہ اس طرف بھی
 کر دینا چاہیے۔ اگر خلیفہ وقت خلافت کی
 دوسری قسم کی اہلیت رکھتا ہو کہ وہ پیر و بزرگوار
 ہے تو اس وقت اس کے ساتھ جنگ و جدال
 کرنا قطعی حرام ہے کیونکہ اس صورت میں کسی
 دینی نفع کے شائبہ کے بغیر دینی اور دنیاوی مسائل
 پیش لگے گا اور اتنی بات کو کوئی جو نہیں
 جانتا ہے کہ اس قسم کے امور بالکل حرام ہوتے
 ہیں اور اگر اہلیت ثانیہ سے وہ پیر و بزرگوار
 ہے صرف پہلی اہلیت کی وجہ سے تحت نفلت
 کو اپنے پاؤں کے نیچے دبائے بیٹھتا ہے اور اس
 نے خلافت کے اہل لوگوں کی جگہ گھیری ہوئی
 ہے تو پھر یہ دیکھنا چاہیے کہ اس کو تخت سے
 ہٹانے اور دوسروں کو بیٹھانے میں اگر صرف
 اپنی جان و مال کا کھونا ہے اور فتح کی امید اور

و اس امر و نہی برائے استحباب
 وغیرہ ہر کس را میسر نیست آنکہ
 فرق مراتب موجبات امر و نہی
 و علل غایت آن را می شناسد
 ایس را می داند۔ چوں بحث دریں
 امر خاص است رمز می ازین قسم
 باید گفت۔ اگر خلیفہ وقت اہلیت
 ثانیہ داشته باشد قتال و جدال
 او حرام قطعی است چہ مضرۃ
 دینی و دنیوی بلے شائبہ منفعت
 دینی پیش خواهد آمد۔ و ایس قدر
 کیست کہ نمی داند کہ ایس قسم امور
 حرام مطلق می باشند۔ و اگر از
 اہلیت ثانیہ بہرہ ندارد، فقط
 باہلیت اولی سریر خلافت را زیر
 پا گرفتہ و بر مسند امامت و
 حکومت اعلان نشستہ می باید دید
 کہ در تقدیر عزل آن و نصب دیگران
 اگر فقط آلفان جان و مال خویشین
 است و بس امید غلبہ و جبار

ملہ یعنی قریشیت کے ساتھ صاحب علم و تقویٰ بھی ہو۔ مترجم

ملہ یعنی نقصان دینی اور دنیوی دونوں قسم کا ہوگا اور کوئی دینی فائدہ نہ ہوگا۔ مترجم

شوکت نیست نہی از قتال و
جدال او نہی شفقت خواہد بود،
و اگر اندیشہ تہادی و استتارہ
فتنہ باشد اعنی بدانکہ اس آتش
در عرض و طول خود کردہ و ناکردہ
را فرا خواہد گرفت فقط سر و کار
با اہل پیکار نخواہد ماند، آن وقت
نیاید کہ دست قتال کشیدہ ہو
اکثر ہمیں است کہ ایں تخم
بے حقیقت شایخ و برگ خود
دور دور می رساند و چون
نرساند کینہ از سینہ سلاطین
دریں چنین اوقات سر میزند و
حب مال و جاہ کینہ کش بدخواہ
خود می شود۔ بایں ہمسہ آل
طرف مال و دولت در دست و
عشقم و خدم سر پرست، قہر و
استیلا حاصل، مخالف و مزاحم
مستاصل و ایں طرف بجز
موشک دوانی و امید پنهانی
چیت کہ اُمید بستہ آید و
قوت دشمن شکستہ آید۔ لیکن

شوکت کی صورت نہیں ہے تو اس کو ایسے عظیم
سے جنگ و جدال کرنے سے منع کرنا صرف
شفقت کے طور پر ہوگا اور اگر فتنہ کے پھرنے
اور تہادی کا اندیشہ ہو، میرا مطلب ہے کہ وہ
جانتا ہے کہ یہ آگ اپنے عرض و طول میں گرنے
والے اور نہ گرنے والے کو گھر لے گی صرف اہل
پیکار تک ہی محدود نہ ہے گی تو اس وقت
جنگ و جدال کے لئے ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیے
مگر اکثر یہی ہے کہ معمولی سائج اپنی فحش
اور پتے دور دور تک پہنچاتا ہے اور کیوں
بہنچلے کہ اس قسم کے حالات میں سلاطین
اپنا انتقام لیتے ہیں اور مال و جاہ کی
محبت اپنے دشمن سے کینہ پر مجبور کرتی
ہے۔ اس کے باوجود اس طرف ہاتھ
میں مال و دولت ہوتے ہیں، اور نوکر
چاکر اور لشکر مددگار ہوتا ہے۔ غلبہ اور
تسلط حاصل اور مخالفت مزاحم کی جڑیں
کھوکھلی، اور اس طرف شوشے چھوڑنے
اور درپردہ اُمیدیں باندھنے کے سوا
کیا رکھا ہے کہ اُمید پوری ہو جائے اور
دشمن کی قوت ٹوٹ جائے لیکن پھر بھی
غیبی نصرت بے سرو سامان لوگوں کی

تاہم کار پر داندھی غیب گاہی در
کار بے سرو و پابان می شود
واقبال و نصرت مددگار بے
خانمان می گردد۔ انقلاب
دولت بنی امتیہ از دست
عباسیان شنیدہ باشی و ترقی
دولت تیموریہ در کتب دیدہ باشی
پس اگر اُمید غلبہ و سحر شوکت
باشد، در محاربہ و مجادلہ چہ باک۔
حاصل یہ ہے کہ خلیفہ کے ہمارے ہونے
کی صورت میں اس کی بیعت کے توڑنے
کے نفع و نقصان کا اندازہ کرنا چاہیئے۔
جو صورت رائج ہو، اس پر عمل کرنا
چاہیئے اور یہی مضمون ہے جو کہ اس آیت
کے اشاروں میں پنہاں ہے۔

الحاصل در صورت فسق
خلیفہ موازنہ در منافع و مضار
خلق بیعت باید کرد برچہ رائج
نماید بدان کار بند باید شدہ و اس
مضمون نیست کہ در اشعار
آیۃ
قُلْ فِيهِمَا اِثْمٌ كَبِيرٌ وَ

لے اپنی اگر جنگ میں فائدہ ہو تو جنگ کرے اور اگر ملکی نقصان کا اندیشہ ہے، تو پھر جنگ سے
باز رہے۔ مترجم

لے اس آیت میں شراب اور حوٹے کے بارے میں حکم دیا گیا ہے کہ ان دونوں میں گناہ بڑا اور
کچھ منافع بھی ہیں۔ لیکن گناہ ان دونوں کے منافع سے زیادہ ہیں۔ اس لئے جب گناہ غالب ہو
تو اس کا اعتبار کر کے ان کو حرام قرار دیا گیا۔ اسی طرح خلیفہ کے فاسق ہونے میں اگر نقصانات
غالب ہوں اور فسادات اور تباہی بھی غالب نہ ہو تو چاہیئے کہ ایسے خلیفہ کو موقوف کر دیا جائے۔ مترجم

جھٹے) میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے
کچھ منافع بھی ہیں لیکن ان کے نفع سے
نقصان زیادہ ہیں۔

بارہویں یہ کہ احادیث کی صحیح
کتابوں میں جیسی مسلم، عبادۃ بن صامت
سے روایت ہے کہ :

ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے دعوت دی۔ پس ہم نے بیعت
کی۔ پس جن باتوں کے لئے ہم سے بیعت
لی، یہ تعین کہ ہم بیعت کریں اطاعت
و فرمانبرداری پر اپنی خوشی اور ناخوشی
میں، اپنی تنگی اور فراخی میں، اور
اولوالامر سے ہم جھگڑا نہ کریں۔ پھر حضور
نے فرمایا۔ ہاں اگر تم کھلا کفر دیکھو کہ اس
کے بارے میں تمہارے پاس اللہ کی طرف
سے براہی موجود ہو (تب اولوالامر
سے نزاع کر سکتے ہو)

اس روایت سے آفتاب کی طرح
روشن ہے کہ اگر خلیفہ علی الاعلان کھلے
گناہ کا مرتکب ہو، اور امر بالمعروف
اور نہی عن المنکر سے اثر قبول نہ کرے
تو اس کے ساتھ نزاع جائز ہے۔ کیونکہ

مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِنَّهُمْ
أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا وَدَلِيتُ
نہادہ اند۔

دوازدہم آنکہ در احادیث
کتاب صحیحہ مثل مسلم از عبادۃ بن
صامت مروی ست کہ

دعانا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم فبايعنا
فكان فيما اخذ علينا
ان بايعنا على السمع
والطاعة في منشطنا
ومكوهنا وعسونا ويسرنا
واثرة علينا ولا ننازع
الامرا اهلہ قال الا ان
تروا كفرا بواحا عندكم
من اللہ فیہ برهان۔

ازیں روایت مثل آفتاب
روشن است کہ اگر خلیفہ علی الاعلان
مرتکب معصیتِ مینہ باشد و
از امر معروف و نہی عن المنکر
منہ جبر نشود منازعت با او

جائز است چہ مراد از کفرًا
 بَوَاحًا درینجا معصیت است
 بقرینہ جملہ عندکھ من اللہ
 فیہ برہان ورنہ کفر اصطلاحی
 محتاج ایں توصیف نبود چنانچہ
 ظاہر است بچنین جملہ لا ما
 اقاموا الصلوٰۃ کہ در بعض روایات
 صحیح مسلم بعد استفسار صحابہ از
 منابذہ امر فسخہ وارد است
 بریں امر دلالت دارد کہ اگر کسی ارکان
 ضروریہ و فیہ را ترک دہد و دست
 اطاعت از دست او باید کشید۔
 نیز دہم آنکہ فسق را مدارج
 کثیرہ است و حکم ہر درجہ جدا۔
 ہمسہ را بیک نرخ نباید گرفت۔
 شرب خمر و امثال او نیز
 فسق است و ترک صوم و صلوٰۃ و
 حج و زکوٰۃ ہم فسق است۔ باز
 اخفائے آن نیز فسق است و اعلان
 آن نیز فسق است و تنہا کردن ایں
 کار را نیز فسق است تحریریں دیگران

کفرًا بَوَاحًا سے یہاں مراد گناہ ہے
 عندکھ من اللہ فیہ برہان
 کے قرینے سے۔ ورنہ اصطلاحی کفر اس
 صفت بیان کرنے کا محتاج نہیں ہے
 چنانچہ ظاہر ہے۔ اسی طرح جملہ لا ما
 اقاموا الصلوٰۃ کہ صحیح مسلم کی بعض
 روایات میں صحابہ کے پوچھنے کے بعد حکم واقع
 ہوا ہے جبکہ صحابہ نے بدکار حاکموں کی نافرمانی
 کے متعلق سوال کیا تھا یہ جملہ اس بات پر
 دلالت رکھتا ہے کہ اگر کوئی حاکم دین کے
 ضروری ارکان کو چھوڑ دے تو اس کی فرائز داری
 سے ہاتھ کھینچ لینا چاہیے۔
 تیسریوں یہ کہ فسق کے مرتبے درجے
 ہیں اور ہر درجہ کا حکم بھی جدا ہے سب
 کو ایک ہی بھاؤ نہ سمجھنا چاہیے۔ شراب کا
 پینا اور اسی طرح کے گناہ (جوا وغیرہ) بھی
 فسق ہے اور روزہ، نماز، حج اور زکوٰۃ کا
 چھوڑ دینا بھی فسق ہے پھر فسق کا چھپانا بھی
 فسق ہے اور فسق کا اعلان کرنا بھی فسق ہے
 اور ان کاموں کو تنہائی میں کرنا بھی فسق ہے
 اور دوسروں کو رغبت دینا بھی فسق ہے۔

لے اول الامر سے نزل نہ کر و جب تک کہ وہ نماز قائم کرتے رہیں۔ انوار

اسی طرح حرام کاموں کا کرنا بھی فسق ہے اور بدعت کے کاموں کا اعتقاد کرنا بھی فسق ہے۔ پس جہاں فاسق خلفائے خلافت علم بغاوت بلند کرنے سے ڈرایا گیا ہے اس سے مراد مطلق فسق رکھنا ہے میرا مطلب یہ ہے کہ فسق صرف فسق ہونے کی حیثیت سے یعنی اس کی ماہریت اور مصداق امور زائدہ کا اعتبار کئے بغیر خلیفہ کے خود معزول ہو جانے یا معزول کر دینے کا موجب نہیں ہے۔ ورنہ ہر قسم کا جو فسق بھی ہو اگرچہ کفر بواج ہو اور یا ترک نمازی کیوں نہ ہو، عزل کا سبب نہ ہو سکتا۔

غرض اس کہنے سے کہ فاسق کے خلفاء خروج نہیں کرنا چاہیئے یہ لازم نہیں آتا کہ فسق ظاہر کے اعلان کرنے اور دین کی ضروریات ترک کرنے اور بدعت کا ارتکاب کرنے پر بھی خروج نہیں کرنا چاہیئے۔

نتیجہ یہ ہے کہ فسق کی مشکلت ہے

ہم فسق است پہچنین ارتکاب امور محرّم ہم فسق است و اعتقاد امور مبتدعہ ہم فسق است پس جائیکہ تحذیر از خروج بر فاسق فرمودہ اند مراد اذان مطلق فسق داشتہ اند۔ مرادم ایں است کہ نفس فسق مِنْ حَیْثُ هُوَ یعنی و ماہریت و مصداق فسق بلے اعتبار بار امور زائدہ موجب عزل و انزال نیست۔ ورنہ ہر نوع فسق کہ باشد اگرچہ کفر بواج باشد و ترکِ صلوٰۃ بود، موجب عزل نہ تواند شد۔

غرض ازیں گفتن کہ بر فاسق خروج نہ باید کرد لازم نمی آید کہ بر اعلانِ فسق ظاہر و ترک ضروریاتِ دین و بدعت، ہم خروج نہ باید کرد۔

بالجملہ فسق کلی مشکک است

۱۔ مسئلہ تشکیک منطقیوں میں ایک معرکہ آرا مسئلہ ہے۔ یہاں ان تفصیلات کی گنجائش نہیں مختصر طور پر یوں سمجھئے کہ افراد میں صفت کے اعتبار سے کمی اور زیادتی اور درجہ بدرجہ اولیت اور اولویت، زیادہ شدت اور زیادہ تخفیف جو پیدا ہوتی ہے اس کا (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

۱۔ ہر فرد او موجب خروج، و
 ۲۔ ہر مرتبہ او مانع ازال۔ بالجملہ
 قدر مشترک فیما بین مدارج فسق
 موجب خروج نیست و ہمیں
 است معنی لا یخلع ولا یجوز
 الخروج علیہ۔
 ۳۔ ہر مرتبہ او مانع ازال۔ بالجملہ
 قدر مشترک فیما بین مدارج فسق
 موجب خروج نیست و ہمیں
 است معنی لا یخلع ولا یجوز
 الخروج علیہ۔

چند دہم آنکہ عقائد اہل سنت
 دو قسم است۔ یک متفق علیہا
 جملہ اہل سنت بیک عقیدہ
 دل دادہ اند مخالفتِ ایں قسم
 عقائد چنانکہ شیعہ و خوارج
 و نواصب و معتزلہ و مرجبہ کردہ اند
 چودھویں یہ کہ اہل سنت کے
 دو قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ عقائد ہیں
 جن پر تمام اہل سنت بیک خیال
 متفق ہیں اور جان دیتے ہیں۔ ایں قسم
 کے عقائد کی مخالفت کرنا بھی کہ شیعہ
 خارجی، نواصب، معتزلہ اور مرجبہ نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) نام تشکیک ہے مثلاً ایک وجہ کی ماہیت میں دوسرے کی نسبت زیادہ
 کمال ہو لہذا کلی مشکک وہ کلی ہے جو اپنے مصداق کے درجات کے اعتبار سے مختلف ہو ترجمہ
 (حاشیہ صفحہ بڑا) اے شیعہ وہ فرقہ کہلاتا ہے جو حضرت علی کی بلا فصل خلافت کا قائل ہے اور
 ان کو سب سے افضل سمجھتا ہے اور اہل بیت کی محبت کا دم بھرتا ہے۔ مترجم۔
 مسئلہ خارجی وہ گروہ تھا جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کا منکر بلکہ ان کے کفر تک کا قائل تھا۔
 مسئلہ نواصب۔ یہ لوگ ظاہر میں بڑے عابد زاہد تھے لیکن اہل سنت والجماعت کے نزدیک
 یہ فرقہ نجاتِ آخرت سے محروم ہے۔ مترجم۔

لکہ معتزلہ مسلمانوں کے فرقوں میں وہ ایک فرقہ تھا جو گناہ کبیرہ کے مرتکب کو نہ مسلمان کہتے
 ہیں اور نہ کافر۔ اس فرقہ کا امام ابوعلی جبائی تھا جس نے یہ عقیدہ پیش کیا تھا جس پر امام ابو الحسن
 اشعری نے فرمایا تھا کہ اعتزل عننا۔ وہ ہم سے صحیح العقیدتی میں جدا ہو گیا (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

کی تفسیق و تبدیلی کی موجب ہوتی ہے۔
 دوسرے وہ عقائد جن میں اختلاف
 کیا گیا ہے کہ اہل سنت کے بڑے بڑے
 علما و ائمہ میں مختلف ہو گئے ہیں مثلاً کسی
 چیز کے ہونے اور اچھے بُرے ہونے میں اختلاف۔
 اس قسم کے اختلاف کو جمعہ کی شرطوں میں
 اختلاف کی مانند سمجھنا چاہیے اگر کوئی فرق
 ہے تو اس قدر ہے کہ اس کو علم کلام کی کتابوں
 میں لکھتے ہیں اور اس کو فقہ کی کتابوں میں
 تحریر کیا ہے۔ مگر اتنا فرق اہل عقل کے
 نزدیک توجہ کے قابل نہیں ہے۔ اور
 بے عقلوں سے ہمارا سروکار نہیں ہے۔
 پس جیسا کہ شافعیہ حنفیہ کو اگر خفیہ دیتا
 میں جمعہ نہیں پڑھتے ہیں اور وہاں جمعہ
 کو واجب نہیں جانتے ہیں، کافر اور
 فاسق نہیں کہتے، اسی پر قیاس کے خفیہ
 شافعیہ کو جو تین آدمیوں کے بچنے ہوئے
 بھی جمعہ کو واجب نہیں جانتے، کافر و
 فاسق نہیں جانتے۔

موجب تفسیق و تبدیلی می شود۔
 دوم عقائد مختلف فیہ کہ
 اکابر اہل سنت و راہ مختلف
 شدہ اند مثل اختلاف ورتکون و
 حسن و قبح۔ ایں قسم اختلاف را
 مثل اختلاف ورتکون ورتکون و
 باید پنداشت۔ اگر فرق است
 ہمیں قدر است کہ انرا در کتب
 کلامیہ آوردہ اند۔ و ایں را در
 کتب فقیہیہ سپردند مگر ایں قدر
 فرق نزد اہل عقل قابل التفات
 نیست و بالے عقلان کلام نیست
 پس چنانکہ شافعیہ، حنفیہ را
 اگر در دیہات جمعہ نخوانند
 و در آنجا جمعہ را واجب ندانند
 کافر و فاسق نخوانند۔ علی ہذا القیاس
 حنفیہ، شافعیہ را اگر باوجود
 سہ کس جمعہ را واجب ندانند
 کافر و فاسق ندانند۔

(بقیہ حاشیہ ادفعہ گذشتہ) اسی اعتراض کی وجہ سے اس فرقے کو مقرر کیا جانے لگا۔ مترجم۔
 شہ مرحوم وہ فرقہ ہے جو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ ایمان کے ساتھ گناہ مضر نہیں جیسا کہ کفر کے
 ساتھ طاعت مفید نہیں۔ مترجم۔

پانزدہم آنکہ استخلافِ خلیفہ
کسی را موجب عموم انعقاد است
اگر شخص متخلف لیاقتِ ثانیه
داشتہ باشد و وجہ عموم
انعقاد ظاہر است چہ اطاعت
اولوالامر واجب است۔ ہرچہ
فرماید، فرمان باید پذیرفت۔ مگر
چوں بنارای قسم استخلاف بر
اطاعت اولوالامر است، ہمہ
نوائد اطاعت قابل لحاظ خواهند بود
پس اگر شخص را خلیفہ وقت
خلیفہ گردانند کہ لیاقتِ ثانیه نہ داشتہ باشد
بلکہ تارکِ صلوٰۃ و مبتدع بود،
اطاعتش دریں امر لازم نخواہد بود
چہ

لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي
مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ۔

پندرہویں یہ کہ خلیفہ برحق کا کسی کو
اپنا قائم مقام نامزد کر دینا عام فہمیت
کے انعقاد کا موجب ہے بشرطیکہ جس شخص
کو خلیفہ نامزد کیا جا رہا ہے وہ خلافت
کی دوسری قابلیت رکھتا ہو (جو خلیفہ میں
ہونی چاہیے) اور عام خلافت کے منفعہ ہونے
کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ صاحب امر کی اطاعت
ضروری ہے۔ وہ جو حکم دے قبول کرنا چاہیے
لیکن چونکہ اس قسم کے خلیفہ بنانے کی بنیاد
اولوالامر کی فرمانبرداری پر ہے تو اطاعت
کے مجموعی فوائد پیش نظر رکھتے ہوئے پس اگر
خلیفہ وقت ایسے شخص کو خلیفہ بنائے جو
لیاقتِ ثانیه نہ رکھتا ہو بلکہ تارکِ نماز یا
بدعتی ہو، تو اس صورت میں خلیفہ کی
اطاعت ضروری نہ ہوگی۔ کیونکہ

"اللہ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت
نہیں ہے۔"

یعنی نامزد شخص میں قریشیت، تقویٰ اور علم وغیرہ صفات ہوں کہ قابلیت کی دوسری قسم ہے جبکہ
پہلی شرط صرف یہ ہے کہ وہ قریشی ہو۔ جیسا کہ الاثمۃ من القریش سے واضح ہے مگر ہم
۲۔ یعنی جس خلیفہ برحق نے اپنا قائم مقام نامزد کر دیا، تو چونکہ اولوالامر نے ایسا کیا ہے لہذا
اس کی اطاعت ضروری ہوئی، اور نامزد خلیفہ کے سامنے تسلیمِ حکم کرنا ضروری ہوا جیسا کہ حضرت
ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو نامزد کر دیا تھا۔ مگر ہم

اور اگر خلیفہ کے گمان میں وہ خلافت کے قابل ہو اور دوسروں کے نزدیک نہ ہو پھر بھی اس خلیفہ کی اطاعت اتنی بات پر ضروری نہ ہوگی البتہ خلیفہ وقت کو اس وقت بڑا بھلا نہیں کہہ سکتے کیونکہ اُس نے اپنے گمان میں اس کو قابل جان کر ولیعہد بنایا تھا۔ اگر وہ دوسروں کے خیال میں قابل نہ نکلا تو وہ کیا کہے اور خلیفہ اور رعیت میں اس قسم کا اختلاف اور باہمی جھگڑا کہ خلیفہ تو اس کو اچھا سمجھتا ہے اور خلیفہ کی رعایا اس کام کو بُرا خیال کرتی ہے اس قسم کی باتیں اکثر واقع ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک حضرت ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کے درمیان قرآن کو یکجا جمع کرنے کے بارے میں بھی بحث و مباحثہ ہے اور اسی قسم کے دوسرے واقعات اتنی بات پر دلالت کرتے ہیں۔ پس ممکن ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو اپنی جگہ خلافت کے لائق دیکھا جیسا کہ ذکر آئے گا اور یزید کے بُرے افعال کی انہیں

و اگر بزعیم خلیفہ او قابل خلافت بود و نزد دیگران نبود تاہم اطاعتش ہمیں لازم نخواہد بود البتہ خلیفہ وقت را ایں وقت بد نتوان گفت چہ بزعیم خود او را قابل دانستہ و لیحد کردہ بود بزعیم دیگران اگر قابل نہ برآمد او چہ کند و ایں قسم اختلاف و تنازع خلیفہ و رعیت کہ خلیفہ امر مستحسن پندارد و رعیتش قبیحش انگارد اکثر اتفاق افتادہ منجملہ مباحثہ ابو بکر صدیق و عمر فاروق و زید بن ثابت در جمع قرآن نیز ہست و ہمچنین دیگر وقتان بریں قدر دلالت دارند۔ پس ممکن کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یزید را لائق خلافت خود، چنانکہ مذکور خواہد شد، دیدند و بر

صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جمع قرآن کے لئے فرمایا تو زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اختلاف فرمایا۔ مگر پھر حق واضح ہونے پر انہوں نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر سے اتفاق کیا۔ مترجم

حبث افعال او مطلع نشہ باشند۔
 و دیگر احوال اور قابلِ خلافت ندیند
 یا ویند و باز حال او متبدل
 شد۔ ازین وجہ از بیعتش
 انکار کردند۔
 خبر شد۔ اور دوسروں نے اس کو خلافت
 کے قابل نہ پایا۔ یا پایا اور بعد ازاں اس
 کی حالت بدل گئی جو، اس وجہ سے
 انہوں نے اس کی بیعت سے انکار
 کر دیا۔

الغرض استخلافِ خلیفہ
 موجب عموم انعقاد است۔ اما
 بشرطیکہ در نظر رعیت امور قادمہ
 در خلافت ولیعہد یافتہ نہ شوند۔
 غرض یہ ہے کہ خلیفہ کا کسی کو اپنے قائم
 مقام خلیفہ بنانا عام انعقاد کو واجب کرتا
 ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ رعایا کی نظر میں
 ولی عہد کے خلیفہ بننے میں ایسے امور نہ پائے
 جلتے ہوں جو قابلِ اعتراض ہوں (تو عموم انعقاد واجب نہ ہوگا)

چون ایں مقدمات شانہ گاہ
 تمہید یافت اعتراض شیعہ ایں خود
 پاش پاش شد۔ و بطور سستیان
 در شہادۂ جو گوشہ رسول الثقلین
 صلی اللہ علیہ وسلم امام الشہدار
 آنحضرت امام حسین رضی اللہ عنہ
 وعن اولادہ جلتے انگشت
 نہادن نمائد و ہمچنین در ولیعہد کردن
 امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یزید پلید
 را خدشہ موجب انکار نہ برآمد۔
 جب یہ سولہ مقدمات تمہید کے طور
 پر بیان ہو گئے تو شیعوں کے اعتراض کی دھجیاں
 بکھر گئیں اور سستیوں کے طرز فکر کے مطابق
 رسول انس و جن صلی اللہ علیہ وسلم کے
 جو گوشہ شہدار کے امام حضرت امام حسین
 رضی اللہ عنہ وعن اولادہ کی شہادت
 پر انگلی اٹھانے کی گنجائش نہ رہی، اور
 اسی طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے
 یزید پلید کو ولی عہد بنانے میں بھی کوئی خدشہ
 موجب انکار نہ نکلا۔

لہ در اصل یہ لفظ یافتہ نشود ہے۔ کاتب سے پرانے نسخے میں غلطی ہو گئی ہے کہ اس نے
 یافتہ شوند لکھ دیا ہے۔ مترجم۔

یزید کی ولی عہدی پر بحث | اوّل میں
 یزید کی ولی عہدی پر بحث کرتا ہوں۔ اس
 کے بعد سید الشہداء اُن پر اور ان کے
 آباء پر سلام ہو، کی شہادت پر کلام
 کرتا ہوں۔ جس وقت کہ امیر معاویہؓ نے
 یزیدؓ کو اپنا ولی عہد بنایا تھا تو وہ
 علانیہ فاسق نہ تھا۔ اگر اُس نے کچھ کیا ہوگا
 تو درپردہ کیا ہوگا کہ حضرت معاویہؓ کو
 اس کی خبر نہ تھی۔ علاوہ ازیں جہاد میں
 یزید کا حُسن تدبیر جیسا کہ اس سے دیکھا
 گیا، مشہور ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب
 یزید اور اس کو فقا کے بارے میں
 ام طحان رضی اللہ عنہا کے گھر میں
 حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ
 و علی آلہ و صحبہ اجمعین ایک مرتبہ دو فحہ
 سوتے اور جاگے اور ہر مرتبہ ہنستے اور
 ہنسی کی وجہ بیان فرمائی کہ میں نے
 اپنی اُمت کے ایک گروہ کو دیکھا ہے
 کہ دریا میں جہاد کر رہے ہیں اور ان کی شان
 میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 ہے کہ:

بحث در ولی عہدی یزید | اوّل
 از ولی عہدی یزید بحث سے کنم
 بعد ازاں در شہادت حضرت
 سید الشہداء علیہ و علی آباءہ
 السلام حرف می زنم تا وقتی کہ امیر
 معاویہ یزید پلید را ولی عہد خود
 کردند فاسق معلن نبود۔ اگر چیزی
 کردہ باشد در پردہ کردہ باشد کہ
 حضرت امیر معاویہؓ را ازاں خبر نبود۔
 علاوہ بریں حسن تدبیر در جہاد آنچه
 کہ از مشہود شد مشہور است۔

خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 و در باب یزید و جہادش
 در بیت ام طحان رضی اللہ عنہا
 کہ حضرت محبوب رب العالمین
 صلی اللہ علیہ و علی آلہ و صحبہ
 اجمعین یک بار دو بار خفتند و
 بیدار شدند و ہر بار خندیدند و
 در وجہ خندہ فرمودند (کہ جماعتی
 از امتیایں خود را دیدہ ام کہ در
 دریا جہاد میکنند و در شان
 ایشان فرمودہ اند۔

وہ تخت نشین بادشاہ ہیں یا تخت
نشین بادشاہوں کی طرح ہیں۔
دوسرے خواب کا مصداق یہی یزید
اور اس کے ساتھی ظہور میں آئے۔ چنانچہ
تاریخ جاننے والوں اور حدیث پڑھنے
والوں پر پوشیدہ نہیں ہے۔ زیادہ سے
زیادہ اس بارے میں پوشیدہ خرابیوں
کے باعث کہ یزید رکھتا تھا، منافقوں کی
طرح جو کہ بیعت رضوان میں شریک تھے، اور
نفاق کی وجہ سے اللہ کی خوشنودی ان کو
نصیب نہ ہوئی، یزید بھی اس بشارت
کی فضیلتوں سے محروم رہا۔

امیر معاویہ کا خلافت کے بارے میں نظریہ

اور اس طرف حضرت امیر معاویہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نظریہ خلافت کے متعلق
یہ تھا کہ جس کسی کو مملکت کے انتظام کا سلیقہ
دوسروں سے زیادہ ہو، گو اس سے افضل
ہوں تو دوسروں سے اس کا خلیفہ بنانا
افضل ہے۔ اس بات پر نظر رکھتے ہوئے
یزید کو انہوں نے دوسروں سے افضل جانا
اور اگر بالفرض افضل نہ بھی جانا تو اس

ملوک علی الاسرۃ او
مثل الملوک علی الاسرۃ۔
مصدق خواب ثانی ہمیں
یزید و ہمراہیائے برآمد چنانچہ
بر تاریخ داناں و حدیث خوانان
پوشیدہ نیست۔ غایت مافی الباب
بسبب خرابی پنهانی کہ
داشت، سمجھو منافقان کہ در
بیعت الرضوان شریک بودند و بوجہ
نفاق، رضوان اللہ نصیب او شال
نشد، یزید ہم از فضل اہل این
بشارت محروم شد۔

مذہب امیر معاویہ در بارہ خلافت

دایں طرف مذہب حضرت
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ در بارہ
خلافت اُن بود کہ ہر کرا سلیقہ
انتظام مملکت زائد از دیگران
باشد گو افضل از او باشند
افضل است از دیگران نظر بریں
اورا افضل از دیگران دانستند
و اگر افضل ندانستند پس بیش

سے زیادہ بات آگے نہیں بڑھتی کہ انہوں نے
افضل کو چھوڑ دیا جیسا کہ گذشتہ مقدمات
میں واضح ہو گیا کہ افضل کا خلیفہ بنانا افضل
ہے نہ کہ واجب۔ لیکن اتنی بات کے
باعث ترک افضل کا ان پر گناہ نہیں مقویا
جاسکتا کہ امیر معاویہ کے ساتھ کالم کلچ
سے ہم پیش آئیں اور پھر ہم امیر معاویہ رضی
اللہ عنہ کو جلیل القدر صحابہ میں شمار نہیں
کرتے ہیں کہ افضل اور اولیٰ کو ترک کرنے
کے باعث ان جیسے معاملات میں ہم انکی
طرف سے معذرت پیش کریں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
کے بعد یزید کی حالت

ہاں ان کے انتقال کے بعد یزید نے
پر پڑنے نکلنے شروع کئے اور دل کو
خواہش نفس اور مائتہ کو جام شراب پر
لے گیا۔ فق کلم کھلا کرنے لگا اور نماز چھوڑ
دی۔ بعض سابقہ تمہیدوں کی بنا پر مقرر

ازیں نیست کہ ترک افضل کردند۔
چنانچہ در مقدمات سابقہ
واضح شدہ کہ استخلاف افضل
افضل است نہ واجب۔ لیکن
این قدر را گناہ نتوان گفت
کہ برب و شتم امیر معاویہ
پیش آیم و ایں طرف امیر معاویہ
رضی اللہ عنہ را از اجلہ صحابہ
نمی شماریم کہ نسبت ترک
افضل و اولیٰ ہم دریں چنین
امور معذرت نمایم
حال یزید پس از وفات امیر معاویہ
رضی اللہ عنہ۔

ہاں پس از انتقال او شاں
یزید پای خود از شکم بر آورد و
دل بکام و دست بکام سپرد۔
اعلان فسق نمود و ترک مسکوٰۃ داد۔
بکلم بعض مقدمات سابقہ قابل

لے یعنی افضل کو قائم مقام نامزد کرنا زیادہ اچھا ہے، واجب نہیں ہے۔ مترجم
ملہ یعنی چونکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ
تعالیٰ عنہم کی طرح کے دیے صحابہ میں سے نہ تھے کہ یزید کو اپنا جانشین بنانے پر ان کی طرف
سے ہم معذرت پیش کریں۔ مترجم

عزل گردید و اس قسم تحول احوال
گفتہ آمدہ ام کہ ممکن است
محال نیست مگر درس وقت راسی
اہل راسی و تدبیر مختلف افتاد۔
کسی را کہ اندیشہ فتنہ و فساد
غالب افتاد ناچار درست بہ
بیعتش بکشاد و احتراز عن المعصیۃ
شرط اتباع معروف در میان نہاد
و اں را کہ برعدہ یک جماعت کثیرہ
مثلاً امیر غلبہ و رجاء شوکت
بنظر آمد حسبہ اللہ برخواست
و تمہید کارزار ساخت۔ پس ہر
پنچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ و
امثال او شال گردند بجاکردند و
آنچہ حضرت سید الشہداءؓ نمودند
عین حق و صواب نمودار۔

بنابر اس اختلاف بر اختلاف
امید است نہ بر اختلاف در
جواز اصل فعل و عدم جواز اں مگر
انجام کار بوجہ نقض عہد کو فیما
تدبیر حضرت سید الشہداء علیہ السلام

کہ دینے کے قابل ہو گیا۔ اور یزید کے
اس قسم کے حالات کی تبدیلی کا بیان کرتا
آیا ہوں کیونکہ ممکن ہے محال نہیں مگر
اس وقت اہل رائے اور اہل تدبیر کی رائے
مختلف ہو گئی جس کسی کو فتنہ و فساد کا
اندیشہ غالب آیا اس نے مجبوراً بیعت کے
لئے ہاتھ بڑھایا اور معصیت سے بچنے کے
لئے نیکی کی پیروی کرنے کی شرط کو درمیان
میں رکھا لیکن جس شخص یعنی حضرت امام
حسینؓ کو بڑی جماعت کے وعدے پر غلبہ اور
شوکت کی اُمید نظر آئی وہ اللہ کے لئے کھڑا
ہو گیا اور جنگ کا عزم کر لیا۔ پس جو کچھ
حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور ان جیسوں نے
کیا وہ بجا کیا اور جو کچھ حضرت سید الشہداءؓ
(امام حسینؓ) نے کیا وہ بالکل حق اور
صواب کیا۔

اس اختلاف کی بنیاد اُمید غلبہ
و عدم غلبہ کے اختلاف پر ہے، نہ کہ اصل
فعل کے جائز اور ناجائز ہونے کے
اختلاف پر۔ مگر انجام کار کو فیما
وعدہ خلافتی کی وجہ سے حضرت سید الشہداءؓ

لے یعنی اہل کو فتنہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے اور یزید کے خلاف لڑنے کا پیغام بھیجا تھا۔ مترجم

(امام حسین) علیہ السلام کی تدبیر قیل ہو گئی، اور ۱۰ محرم کو قیامت سے پہلے میدان کربلا میں قیامت برپا ہو گئی۔
 اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

کربلا کا حادثہ اور غزوہ اُحد و حنین۔

اور اس قسم کی صورت حال نہ صرف سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کو پیش آئی بلکہ جماد میں اس طرح کی صورت اکثر پیش آتی ہے۔ اُحد و حنین کا واقعہ تم نے کیا نہ سنا ہوگا۔ پس جس طرح کُلمہ اور حنین کے شہداء شہادت کی چوٹی پر پہنچ چکے

برنٹ نہ نشست و روز عاشورہ قیامت قبل از قیامت در میدان کربلا برخاست۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

حادثہ کربلا چوں غزوہ اُحد و حنین

و اس قسم بر ہمیں کار نہ فقط

حضرت سید الشہداء را علیہ

السلام پیش آمد در جہاد اس

چنین اکثر پیش می آید۔ واقعہ اُحد و حنین

نشنیدہ باشی۔ پس چنانکہ شہیدان

اُحد و حنین بذوہ شہادۃ رسیدہ اند۔

۱۔ غزوہ اُحد ۳ھ میں ہوا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پچاس تیر اندازوں کو ایک دوسے پر کھڑا کروا اور فرمایا تم کسی صورت میں بھی ہیرا نہ لٹا۔ جنگ شروع ہوئی مسلمان کامیاب ہوئے اور کفار بکھڑے ہو گئے۔ اکثر تیر اندازوں نے یہ سمجھ کر کہ اب توفیق ہو گئی، وہاں سے ہٹ گئے۔ خالد بن ولید کفر ملنے کے کانڈر تھے جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے درے کو خالی دیکھا تو ٹوٹ کر حملہ کیا۔ ستر مسلمان صحابہ شہید ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک گڑھے میں گر گئے۔ دندان مبارک شہید ہو گئے شہرت کو دی گئی کہ حضور شہید ہو گئے۔ مسلمانوں کے حواس بکا نہ رہے۔ پھر حضور نے پکارا، میں یہاں ہوں۔ صحابہ کو ہوش آیا۔ منہ غم ہو کر دوسے اور فتح ہوئی۔ کفار بھاگ گئے۔ مترجم

۲۔ غزوہ حنین ۸ھ میں مکہ فتح ہونے کے بعد ہوا۔ ہوازن - ثقیف کے دو مشرک

قبیلوں نے مضر اور بنی ہلال کو ساتھ ملا کر چار ہزار بہادروں کے ساتھ وادی حنین میں مکے کے

مشرق میں پڑاؤ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بارہ ہزار کا لشکر لے کر (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

و ازاں برہمی کار خلی در فضائل
 اوشاں راہ نیافت۔ ہمچنین
 شہیدان کر بلا را باید شناخت۔
 و ایں وقتی است کہ بحسب
 اختلاف امیر معاویہ رضی اللہ
 عنہ یا بیعت مردم یا تسلط
 او خلافتش را عام و شامل شمارند
 و اگر بایں قدر کہ بتوقع آمد، فقط
 بانعقاد مطلق خلافت او قائل
 شویم و عموم و شمول خلافتش را
 تسلیم نہ کنیم و گوئیم کہ حضرت امام
 حسین رضی اللہ عنہ و اتباع
 اوشاں از ربقرہ اطاعت او
 ہنوز خارج بودند، حاجت عزل
 ہیج نیست و اوشاں را در خروج
 ہیں اور اس سے ان شہدار کے فضائل
 میں کوئی خلل نہیں پڑا۔ اسی طرح کر بلا کے
 شہیدوں کو پہچاننا چاہیے اور یہ اس وقت
 ہے جب کہ محض امیر معاویہ رضی اللہ
 عنہ کے یزید کو خلیفہ بنانے یا لوگوں کی
 بیعت یا یزید کے تسلط کے وقت اس
 کی خلافت کو عام اور شامل سمجھیں، اور
 اگر اسی قدر سے جو کہ ظہور میں آیا فقط
 اس کی مطلق خلافت کے منقہ ہو جانے
 کے ہم قائل ہو جائیں اور اس کی خلافت
 کے عام ہونے اور سب لوگوں پر شامل ہونے
 کو تسلیم نہ کریں اور کہیں کہ حضرت امام
 حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی اس
 کی اطاعت کے دائرے سے ابھی تک
 خارج تھے تو پھر یزید کو مضرول کہنے کا سوال

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) مجھے سے آگے بڑھے۔ جن میں دس ہزار مدینے کے مجاہد اور دو ہزار
 مجھے کے تو مسلم اور انشی معاہدہ شرک تھے۔ مسلمانوں کے دلوں میں اپنی کثرت پر ناز پیدا ہو گیا۔ دشمن
 گھات میں چھپے بیٹھے تھے۔ انہوں نے تیر اندازی شروع کر دی۔ انشی معاہدہ مشرکوں اور دو مسلمانوں میں
 جھگڑا مچ گئی۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انصار اور مہاجرین کو پکارا، اور جمع ہو کر
 حملہ کیا۔ دشمنوں کے ستر آدمی مارے گئے اور مسلمان صرف چار شہید ہوئے۔ غرض ابتری
 کے بعد فتح ہوئی۔ مترجم

ہی پیدا نہیں ہوتا، اور امام حسینؑ کو یزید کے خلاف اٹھنے پر کوئی دغدغہ نہیں اور یہ انعقادِ مطلق اور عموم انعقاد کے فرق کو اس زمانے میں کم فہم لوگ ہر چند سمجھیں گے لیکن اگلے لوگوں کے معاملہ کی تحقیق سے واضح ہے کہ اہل حل و عقد میں سے شخص کی بیعت کو اس کے اور اس کے نوکر چاہے حق میں بیعت خیال کرتے تھے ورنہ حضرت علیؑ کی بیعت کی ضرورت اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پر اس بیعت کے اہتمام کی کیا ضرورت تھی اور اسی طرح یزید اہل شام کی بیعت اور دوسرے اہل حل و عقد کی بیعت کے بعد حضرت حسینؑ اور عبدالرحمنؑ بن ابی بکر اور دیگر صحابہؓ کی بیعت کا طالب نہ ہوتا۔

نیت پر وار و مدار | جب اتنی بات معلوم ہو گئی تو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ کسی کام کا ہونا نیت پر موقوف ہے جس کی شہادت میں بیعت کہ "اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے۔"

برو محمد وری فی وایں فرق انعقادِ مطلق و عموم انعقاد ہر چند امروز کم فہماں نفہمند۔ مگر بہ تتبع معاملہ سابقین واضح است کہ بیعت ہر کس را از اہل حل و عقد فقط موجب اطاعت در حق او و در حق خدم او می شمرند۔ ورنہ حاجتِ بیعت حضرت علیؑ و اہتمام ہاں بردست حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما چہ بود و ہمچنین یزید بعد بیعت اہل شام و دیگر اہل حل و عقد خواستگار بیعت از حضرت حسینؑ و عبدالرحمنؑ بن ابی بکرؓ و دیگر رضوان اللہ علیہم نشدی۔

مدار کار بر نیت | چوں ایں قدر دانستہ شد دیگر معلوم باد کہ مدار کار بر نیت است بشادۃ :

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ

ملہ انعقادِ مطلق اور عموم انعقاد میں فرق ہے کہ انعقادِ مطلق یا نیتِ اولیٰ یعنی قریشیت کی بنا پر بھی ہو جاتا ہے اور عموم انعقاد خلیفہ میں یا نیتِ ثانیہ یعنی قریشیت اور علم اور تقویٰ کی بنا پر ہوتا ہے مترجم

وَحَسْبُ نَيْتِ حَضْرَتِ اِمَامِ حَسَنِ
 رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَابِلِ اَنْ نَيْسَتْ
 كِه دَدِ اَنْ تَرَدُّدِ كَرْدِه اَيِدِ - اَنْدَرِي
 صَوْرَتِ دَر شَهَادَتِ حَضْرَتِ هِمَامِ
 عَلِيهِ السَّلَامِ چِه تَرَدُّدِ - نِي نِيَدِ
 دَر حَقِّ اَوْشَاں خَلِيفَہِ بُوَد، نَه
 خَرُوجِ بَرُو مَمْنُوعِ - وَ اِگَر خَلِيفَہِ بُوَدِ
 تَاہِمِ خَرُوجِ مَمْنُوعِ نَبُوَد وَ اِگَر خَرُوجِ مَمْنُوعِ
 بُوَد، عَزْلِ مَمْنُوعِ نَبُوَد - بِالْجُلْدِ دَجْرَہِ نَفْتِ
 مَفْقُودِ وَ مَوْجِبَاتِ جِبَادِ مَوْجُودِ - دَر حَسَنِ نَيْتِ
 کَلَامِ نَيْسَتْ - بَاَزِ اِگَر اَوْشَاں
 شَہِيدِ نَشُونَدِ وَ يَگِ کَلَامِ خَوَابِدِ بُوَد -

اگر وہی شہید نہ قرار دیتے جائیں تو پھر اور کون شہید کہلائے گا۔
 شہادتِ امام حسینؑ کی دوسری وجہ
 چلو اس دلیل کو بھی جانے دو۔ اگر موجباتِ جہاد
 جہاد وجود نہ تھے تو امام حسینؑ بھی جہاد کے
 معاملے سے دستکش ہو کر چاہتے تھے کہ وہ
 اپنی راہ لیں۔ لیکن یزید پلید کے سپاہیوں نے
 انہیں نہیں چھوڑا اور گھیر کر ظلم کے طور پر شہید
 کر دیا (اور وہ حدیث کے مطابق شہید ہوئے)

لے یعنی یزید حضرت امام حسینؑ کی نظر میں خلیفہ نہ تھا۔ مترجم۔ سہ چونکہ حضرت امام
 حسینؑ، یزید کو خلیفہ ہی نہیں مانتے تھے لہذا ان کے خلاف جہاد کرنا ممنوع نہ تھا۔ مترجم۔

جو شخص اپنی عزت و اہمال کی حفاظت میں مارا جائے تو وہ شہید ہے۔

یزید کی بیعت پر اجماع احمد اس کا جواب

باقی رہی یہ بات کہ امام حسین نے یزید کی مخالفت کے لئے اجماع کی مخالفت کی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اولیٰ نقیب

اجماع ہی تسلیم نہیں اگر کچھ ہے، تو وہ

(صحابہ کی) عدم مخالفت ہے۔ اس کے

باوجود "فاسق خلفاء کے خلاف اٹھنے کے

نا جائز ہونے پر اجماع ہے۔ اس کے معنی

جو کچھ ہیں عرض کر دیئے گئے ہیں۔ نفس فقی

کے خلاف خروج کے ناجائز ہونے پر اجماع

سے یہ لازم نہیں آتا کہ

اس کلی مشکک کے درجہ کی

خصوصیات زائدہ بھی خروج کا موجب

نہیں ہو سکتیں۔ ان سب باتوں کے باوجود

بھی اجماع مسلم نہیں جس وقت حضرت

امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما اور عبداللہ

بن زبیر اور اہل مدینہ نے کوئی کام کیا ہو اس

کام کے مخالفت کو جمع علیہ کس طرح کر سکتے

ہیں اور اگر بالفرض ہم اجماع کو تسلیم کر لیں

مَنْ قَتَلَ دُونَ عِزِّهِ وَ
مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ۔

اجماع بیعت یزید و
جواب آن

باقی ماندہ کہ او شان مخالفت
اجماع کردہ اند۔

جوابش ایست کہ اول

اجماع مسلم نیست اگر باشد

عدم مخالفت باشد۔ بایں ہمسہ

اجماع بر عدم جواز خروج بر

فساق است۔ و معنی آن ہر

چہر ہست عرض کردہ شد۔

از اجماع بر عدم جواز خروج بر

نفس فقی لازم نمی آید کہ خصوصیات

زائدہ مراتب ایں کلی مشکک

نیز موجب خروج نتوان شد۔

بایں ہمسہ اجماع غیر مسلم

و قتیکہ حضرات حسنین رضوان

اللہ علیہما و عبد اللہ بن زبیر

و اہل مدینہ کاری کردہ باشند،

مخالفت آن را مجمع علیہ چہونہ

تاں گفت۔ اگر بالفرض اجماع

تو وہ اجماع اگر منعقد ہوا بھی تو حضرت
امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد منعقد ہوا۔
اس اجماع کی مخالفت، حضرت امام
حسینؑ کو مضر نہیں پڑتی۔ زیادہ سے
زیادہ اس بارے میں امام حسین علیہ
السلام نے اپنے زمانے میں ایک اختلافی
اجتہادی مسئلے میں خطا کیا تو اس
میں کوئی مضائقہ نہیں، جیسا کہ عرض
کیا جا چکا ہے۔

امام نوویؒ کا اجماع بیعت پر نظر ہے
اب وہ مقام آپہنچا ہے کہ امام
نوویؒ کی عبارت اس بارے میں نقل کر
دی جائے تاکہ اس اجمال کی تفصیل اور اس قول
کی تصدیق مل جائے۔ (امام نوویؒ لکھتے ہیں)
اہل سنت نے اس بات پر
اتفاق کیا ہے کہ سلطان فسق کی وجہ سے
معزول نہیں ہو جاتا، اور اس کی وجہ
بعض احناف کی کتب فقہ میں ذکر کی گئی

اجماع را تسلیم کنیم آن اجماع اگر
منعقد گردیدہ بعد حضرت امام حسین
رضی اللہ عنہ منعقد گردید۔
مخالفت این اجماع حضرت امام
رضی اللہ عنہ را چہ مضر
غایۃ مافی الباب امام ہمام علیہ
السلام در زمان خود در یک مسئلہ
مختلف فیہ خطا کردند ولا محذور
فیہ چنانچہ عرض کردہ شد۔

عبارت امام نوویؒ
اکنون وقت آن است
کہ عبارت نوویؒ دریں بارہ نقل
کردہ شود تا تفصیل اجمال و تصدیق
این مقال بدست آید (امام نوویؒ گوید)
اجمع اهل السنة ان
لا ینعزل السلطان بالفسق
واما الوجه المذکور فی کتب
الفقہ لبعض اھمابنا انه

ماہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے یہ فرما کر کہ زیادہ سے زیادہ امام حسینؑ کے متعلق یہ کہا جا
سکتا ہے کہ انہوں نے یہ میکے خلافت اُٹھ کر اجتناب دی غلطی کی، یہ بالغرض کہا ہے۔ حالانکہ
ایسا نہیں ہے۔ بلکہ انہوں نے اس کے خلاف جو کچھ کیا، وہ درست کیا، اور آخر مقام

شہادت پایا۔ مترجم

ہے۔ وہ فاسق سلطان خود معزول ہو جاتا ہے اور یہی بات معزولہ کی طرف سے بیان کی گئی ہے تو یہ اس مسئلہ قائل کی غلطی ہے اور اجماع کے خلاف ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ اس کے معزول نہ ہونے اور اس کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے کی حرمت کا سبب وہ فتنے، خونریزیاں اور باہمی فسادات ہیں جو اس پر مرتب ہوتے ہیں اس لئے اس کے معزول کرنے میں اس کو باقی رکھنے کی نسبت فساد زیادہ ہے۔

قاضی عیاض کا قول | قاضی عیاضؒ نے کہا ہے کہ علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ کافر تمام نہیں ہو سکتا، اور اس بات پر کہ اگر اس پر کفر طاری ہو گیا، تو وہ معزول ہو جائے گا (پھر قاضی عیاض نے)

ینعزل وحی عن المعتزلة
فغلط من قائله مخالف
الاجماع - قال العلماء
و سبب عدم انعزاله
وتحريم الخروج عليه
ما يقترب على ذلك من
الفتن و اراقة الدماء و
فساد ذات البين فتكون
المفسدة في عزله اكثر
منها في بقاءه -

قول العیاض | قال القاضی
عیاضؒ اجمع العلماء علی
ان الامامة لا تنعقد
لكافر و علی انه لو طرء
عليه الكفر انعزل قال

لہ یعنی معزول نہ کرنے کے باوجود بھی وہ معزول سمجھا جائے۔ کیونکہ اس میں خلافت کی اہلیت کا فقدان ہے۔ مترجم۔ لہ یعنی خلیفہ جو پہلے ہدایت پر تھا اور عادل و متقی تھا، بعد ازاں اس پر فسق طاری ہو گیا تو وہ خلافت کے لئے نااہل نہیں ہوگا۔ لہذا جو اس کے خلافت کتاب ہے وہ اجماع کے خلاف کتاب ہے جیسا کہ بعض اصحاب حنفیہ نے کہا ہے۔ مترجم۔ لہ یعنی اگر ابتدائے کوئی شخص کافر ہو تو اس کی خلافت منعقد نہیں ہوتی، اور اس پر بھی اجماع ہے کہ اگر بعد میں کفر طاری ہو گیا تو وہ خود معزول ہو جائے گا۔ مترجم

و كذا لو ترك اقامة
الصلوة والدعاء عليها
قال وكذلك عند
جمهورية البصرة قال
وقال بعض البصريين تنعقد
له وتستدام له لانه طارئ
قال القاضي فلو طرأ عليه
كفر وتغيير للشرع او
بدعة خرج عن حكم
الولاية وسقطت طاعته
و وجب على المسلمين
القيام عليه وخلعه
ونصب امام عادل ان
امكنهم ذلك - فان لم
يقع ذلك الا بطائفة
وحبت عليهم القيام
بنخلع الكافر ولا يجب
في المبتدع الا اذا ظنوا
القدرة عليه فان

کہا۔ یہی حکم اس وقت ہے جبکہ خلیفہ
نماز کی پابندی اور نماز کی دعوت چھوڑ
دے۔ پھر کہا اور یہی حکم جمہور علماء کے
نزدیک از کتاب بدعت کا بھی ہے اور
بقول قاضی عیاض بعض بصرے والوں
نے کہا۔ اس کے لئے بھی خلافت منقذ
ہو جاتی ہے اور ہمیشہ رہتی ہے کیونکہ وہ
بدعت بعد میں طاری ہوئی ہے قاضی عیاض
نے کہا کہ اگر خلیفہ پر کفر طاری ہو جائے اور
شریعت میں تبدیلی یا بدعت کا ارتکاب
کرے تو امامت کے حکم سے خارج ہو جائے گا اور
اسکی اطاعت ساقط ہو جائیگی اور مسلمانوں
پر اس کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا ضروری اور اسکی
خلافت کو گلے سے کال بھینکنا اور عادل
امام کو قائم کرنا، اگر یہ ان کیلئے ممکن ہو سکے
واجب ہو جائے گا۔ پس اگر یہ واقع نہ ہو
مگر ایک گروہ کے لئے تو ان پر کافر کی ولایت
کو ہٹانے کے لئے کھڑا ہو جانا تو واجب ہے
اور بدعتی کے بارے میں واجب نہیں ہے

لفہ یعنی اگر وہ ابتداءً بدعتی ہے تو اس کی امامت منقذ نہیں ہوگی۔ اور اگر بعد میں وہ بدعتی
ہو گیا تو خود بخود معزول ہو جائے گا۔ لیکن بعض علماء نے گروہ کے خیال مطابق اس کی امامت منقذ
بھی ہو جائے گی اور آئندہ بھی برقرار رہے گی۔ مترجم

تحققوا العجز له
يجب القيام ويهاجر
المسلم من ارضه
الى غيرها ويفر بدینه
قال ولا ینعقد للفاسق
ابتداءً فلو طراً علی
الخلیفة فسق قال
بعضهم يجب خلعه
الا ان یترتب علیه
فتنة وحرب۔

قول جماہیر سنت از فقہار
ومحدثین و متکلمین

قال جماہیر اهل السنة
من الفقہاء والمحدثین
والمتمکلمین لا ینعزل
بالفسق والظلم وتعطیل
الحقوق ولا یخلع و
لا یجوز الخروج علیه
بذلك بل يجب وعظه
و تخويفه للاحادیث
الواردة فی ذلك

مگر جب ان کو اس پر قدرت کا گمان غالب
ہو، اگر انہیں ہجر کا یقین ہو تو اس کے معزل
کرنے کیلئے کمر بستہ ہونا واجب نہیں اور
مسلمانوں کو اس کی حکومت سے ہجرت کہ جانی
چاہیے اور اپنے دین کو بچا لینا چاہیے قاضی
نے کہا کہ فاسق کی خلافت ابتداء میں منعقد
نہیں ہوتی۔ ہاں بعد میں اگر خلیفہ فسق ظاہری
ہو جائے تو بعض نے کہا۔ اس کو علیحدہ کر دینا
واجب ہے مگر اس صورت میں نہیں کہ
فتنہ اور جنگ کا اندیشہ ہو۔

جماہیر سنت فقہاء، محدثین
اور متکلمین کا قول

جمہور اہل سنت فقہاء، محدثین اور
متکلمین نے کہا کہ فسق، ظلم، حقوق کے
معطل کرنے کے باعث بھی معزول نہ
ہوگا اور نہ ہی ہٹایا جائے اور اس کی
وجہ سے اس کے مقابلے کے لئے کھڑا
ہونا جائز نہیں۔ بلکہ اس کو نصیحت
کرنا واجب ہے اور تنبیہ کرنا ضروری ہے
ان احادیث کی روشنی میں جو اس بارے
میں وارد ہوئی ہیں۔

اے کافر کو تو ہٹانا ضروری ہے خواہ کچھ ہی ہو لیکن مبتدع کو ہٹانے کی قدرت کا ظنی غالب ہو مترجم

قال القاضي وقد ادعى
ابوبکر بن مجاهد في هذا
الاجماع وقد رد عليهم
بقيام الحسين وابن
الزبير واهل المدينة
على بنی امية و بقیام
جماعة عظيمة من
التابعين وهدر الاول على
الحجاج مع ابن السمعت و
تاوول هذا القائل قوله

"ان لا تنزع الامراة
في ائمة العدل و

حجة الجدهودان قیامهم
على الحجاج ليس بمجرب
الفسق بل لما غیر الشرع
و ظاهر من الکفر۔ قال
القاضي وقيل ان هذا
الخلاف كان اولاً ثم
حصل الاجماع على منع
الخروج عليهم والله اعلم
انتمی بلفظه۔

پس از مطالعه این عبارت

قاضي عیاض نے کہا کہ ابوبکر بن
مجاہد نے اس بارے میں اجماع کا دعویٰ
کیا ہے اور امام حسینؑ اور ابن زبیرؓ
اور اہل مدینہ کے بنی امیہ کے خلاف
کھڑے ہونے کا ان پر رد کیا ہے، اور
تابعین کی ایک بڑی جماعت، اور
صدرِ اول کے لوگوں کے حجاج کے مقابلے
میں ابن اشعث کے ساتھ کھڑے ہونے
کی بھی تردید کی ہے۔ اور اس کہنے والے
نے آپؐ کے ارشاد کی بھی تاویل کی ہے کہ
”ہم اہل امر سے کسی امر میں نزاع نہیں کریں گے۔“

(یعنی) عادل اماموں کے بارے میں
نزاع نہیں کریں گے۔ اور جہسور کی دلیل
یہ ہے کہ حجاج کے خلاف کھڑا ہونا محض
اس کے فسق کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ
اس وجہ سے تھا کہ اس نے شرع کو بدل
دیا تھا اور کفر کا مظاہرہ کیا تھا۔ قاضی
نے کہا کہ کہا گیا ہے کہ یہ اختلاف اول
اول میں تھا۔ پھر ان کے خلاف خروج
کی ممانعت پر اجماع حاصل ہو گیا واللہ
اعلم ان کا کلام بلفظ ختم ہوا۔

اس عبارت کے مطالعہ کرنے

تصدیق اکثر مقدمات مذکورہ حاصل
 ۱۔ شہود۔ بالجملہ بر اصول اہل
 سنت حال یزید نسبت سابق
 متسبدل شد۔ نزد بعض کافر
 شد۔ و نزد بعض کفر او متحقق
 نگشت۔ اسلام سابق مخلوط
 بفسق لاحق شد۔ اگر حضرت
 امام کافرش پنداشتند در
 خروج بر او چہر خطا کردند۔
 امام احمد را ہمیں را ہی پسند
 خاطر افتاد مگر چنانکہ ممکن
 است کہ کفر کسی نزدیک کیے متحقق
 شود و نزد دیگران نشود۔
 ہمچنین خروج برہ در حق ایں و
 آن مختلف خواہ بود و اتفاق در
 تکفیر و تفسیق و تعدیل و تہجرت
 کسی از ضروریات دینی یا از
 بدہیسات عقلی نیست کہ
 حاجت معذرت افتد۔ و در
 صورت فسق آنچہ پیش کردہ ام

کے بعد مذکورہ اکثر مقدمات کی تصدیق
 حاصل ہو جاتی ہے۔ بالجملہ اہل سنت
 کے اصول پر، یزید کا حال پہلے کی
 نسبت بدل گیا تھا۔ بعض کے نزدیک
 کافر ہو گیا اور بعض کے نزدیک اس کا
 کفر تحقیق میں نہیں آیا۔ سابق اسلام
 بعد میں اسے والے فسق کے ساتھ مل گیا
 اگر حضرت امام نے اسے کافر جانا تو اس
 کے خلاف اُنہی میں کیا خطا کی۔ امام
 احمد کو ایسی رائے پسند ہے۔ مگر جیسا کہ
 ممکن ہے کہ کسی شخص کا کفر ایک عالم
 کے نزدیک تو ثابت ہو تا ہے۔ لیکن
 دوسروں کے نزدیک نہیں ہوتا۔ اسی
 طرح اس کے خلاف اُنہی میں اس کے
 اور اس کے حق میں مختلف ہو جائے گا،
 اور کسی کی تکفیر و تفسیق اور تعدیل و
 تہجرت میں اتفاق ہونا دینی ضروریات
 یا عقلی بدہیسات میں سے نہیں ہے کہ
 عذر کرنے کی ضرورت پیش آئے اور فسق
 کی صورت میں جو کچھ کہ میں نے پیش کیا

یا و خواہد بود۔ تاہم بیچ صنعتی
بر اصول اہل سنت نیست۔
چہ یزید اندریں صورت یا فاسق
معلن بود، تارک صلوٰۃ وغیرہ یا
مبتدع بود چہ از روضای
نواصب است بایں ہمسر
عموم خلافتش غیر مسلم۔

ہے تمہیں یاد ہوگا۔ تاہم اہل سنت کے اصول
پر کوئی دشواری باقی نہیں رہی ہے کیونکہ
یزید اس صورت میں یا مکمل خلاف فاسق تھا
نماز کا ترک کرنے والا وغیرہ یا بدعت کا
ترکب تھا کیونکہ وہ نواصب کے ہزاروں میں
تھا۔ ان سب پہلوؤں کے پیش نظر اس کی
عام خلافت کا ہونا مسلم نہیں۔

ان دلائل کے پیش نظر سابقہ
مقدمات کو ذہن میں رکھتے ہوئے یزید
کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے میں کوئی
قیامت نہیں ہے اور ان سب باتوں
کے باوجود ان جیسے لوگوں کے خلاف اٹھ
کھڑے ہونا اب تک سب کے نزدیک
جائز ہے۔ اور اگر (اختلاف کی بنا پر)
سب کے نزدیک جائز نہیں تو بعض کے
نزدیک جائز ہے جیسا کہ نوذبی کی عبارت
کے مطالعہ سے واضح ہے اور اختلافی

نظر بریں وجوہ بسیار
ملفوظات سابقہ در خروج
بروہیج قباحتی نے۔ بایں
ہمسر خروج برہمچنیں کساں
تا حال نزد ہمسر جائز، و اگر
نزد ہمسر جائز نیست نزد
بعض جائز۔ چنانچہ از مشاہدہ
عبارت نوذبی واضح است و
در مسائل مختلفہ خلاف یکی
مز دیگوان را موجب تفسیق اوشان

لے نواصب وہ لوگ ہیں جو حرام چیزوں کو اپنے نفسانی دلائل کے باعث حلال سمجھتے تھے۔
جیسا کہ یزید بھی شراب پیتا تھا اور اس کو حلال سمجھتا ہوگا۔ آج کل کے شرابی بھی کہتے سنے گئے
ہیں کہ شراب کی حرمت کا قرآن کریم میں کہیں ذکر نہیں ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ رجس من
عمل الشیطن سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ مترجم

آں را، و بطلانِ اعمالِ او
 عند اللہ نے تو اس شد۔
 چنانچہ دستہ شد۔ و اگر فرض
 کنیم بر عدم جواز خروج برچینیں
 کساں اجماع است، اجماع
 حادث است، اجماعِ قدیم
 نیست تا ر اصولِ اہل سنت
 در شہادتِ امام بہام تردیدی
 راہ یابد۔ زیادہ از زیادہ اگر
 کسی گوید اس بگوید کہ حضرت امام
 دریں مسئلہ خطا کردند لیکن چہ
 حرج المجتہدین خطی و یصیب
 بنای ثواب بر نیت خطای
 اجتہادی دریں بارہ مزاجیم حال
 نے شود۔ چنانچہ در اصول
 اہل سنت مصرح است و ہم
 واضح است چہ اگر بظنِ غروب
 روزہ افطار کرد تا نماز مغرب بخواند

مسائل میں ایک شخص کا دوسرے سے
 اختلاف کرنا اس کا سبب نہیں ہو سکتا
 کہ وہ دوسرے لوگ اس اختلاف کرنے
 والے کو فاسق قرار دیں اور اس کے
 اعمال کو عند اللہ باطل ٹھہرائیں جیسا کہ
 جانا گیا۔ اور اگر ہم یہ بھی فرض کر لیں کہ اس
 جیسے لوگوں کے خلاف اُسٹنے کے ناجائز
 ہونے پر اجماع ہے تو وہ اجماع بعد کا ہے
 قدیمی اجماع نہیں کہ اہل سنت کے اصول
 پر امام حسین کی شہادت میں کوئی شک
 کی گنجائش ہو سکے۔ زیادہ سے زیادہ اگر
 کوئی کہہ سکتا ہے تو یہ کہہ سکتا ہے، کہ
 حضرت امام نے اس مسئلہ میں غلطی کی۔
 لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے کیونکہ مجتہد
 سے غلطی بھی ہوتی ہے اور درستی بھی
 اس بارے میں خطائے اجتہادی کی نیت
 پر بھی ثواب کا ملنا مزاجیم حال نہیں ہوتا
 ہے۔ چنانچہ اہل سنت کے اصول میں

لے اگر اکثر لوگوں کے اتفاق کے خلاف کسی مسئلے میں کسی ایک صاحبِ رائے نے اختلاف
 کیا تو اکثریت سے اختلاف کرنے والے کو فاسق کہا جاسکتا ہے اور نہ اللہ کے یہاں اس
 کا اجتہادی عمل بے کار جائے گا جیسا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے تنہا ہوتے
 ہوئے یزیدوں کی مخالفت کی۔ مترجم۔

و ہنوز آفتاب غروب نشدہ بود
 ایں کس تا آخر عمر بر خطای خود
 اطلاع نشد ہرگز عاقلی تجوید
 نے توں کرد کہ از ثواب محروم ماند
 ورنہ تکلیف مالا یطاق لازم
 خواہ آمد و ہو محال لَا یُکَلِّفُ
 اللہ نَفْسًا اِلَّا وُشْعَهَا -
 تصریح موجود ہے اور یہ امر واضح بھی
 ہے۔ اس لئے کہ سورج غروب ہونے
 کے گمان میں اگر کسی نے روزہ افطار کر
 لیا یہاں تک کہ نماز مغرب بھی پڑھ لی،
 اور ابھی تک سورج غروب نہیں ہوا
 تھا اور اس شخص کو عمر کے آخر حصے تک
 اپنی خطا پر اطلاع نہیں ہوئی تو کوئی عقلمند

یہ فتویٰ نہیں لگا سکتا کہ وہ ثواب سے محروم رہا۔ ورنہ ایسی تکلیف
 جس کی طاقت نہ ہو لازم آئے گی، اور وہ محال ہے کیونکہ اللہ کی نفس
 کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

آرٹھی بر طبق اصول شیعہ
 شہادت حضرت امام الشہداء
 و رکنار دین و ایمان شان ہم
 از دست مے رود۔ نعوذ باللہ
 منہ۔ اگر باور نیا شد بنگو
 کہ در کافی کلینی روایات دریں
 باب کہ ہر کرا تقیہ نیست
 دین و ایمان ندارد وارودہ اند
 مع سند نقل مے کنم۔
 ہاں شیعہ صاحبان کے اصول
 کے مطابق حضرت امام الشہداء کی
 شہادت ان کے دین و ایمان کے ساتھ
 ساتھ ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ نعوذ
 باللہ منہا اگر یقین نہ ہو تو دیکھ لو کہ
 کافی کلینیؑ میں اس بارے میں روایات
 موجود ہیں کہ جو شخص تقیہ نہ رکھے اس کا
 دین و ایمان نہیں ہے۔ میں ان روایات
 کو مع سند کے نقل کرتا ہوں۔

اول: عن ابن عمر عن
 پہلی روایت: ابن عمرؓ نے

۱۔ شیعہ حضرات کی مشہور کتاب - ترجمہ

ہشام بن سالم سے، انہوں نے ابو بکر
 اُجلی سے روایت کی۔ ابو بکر نے کہا،
 کہ ابو عبد اللہ نے کہا کہ اے اباعمر!
 نوے فی صدی دینِ تقیہ میں ہے اور
 جس کا تقیہ نہیں، اس کا دین نہیں اور
 تقیہ ہر چیز میں ہے حتیٰ کہ چڑھے کی
 جرابوں پر مسح میں بھی ہے

دوسری روایت : محمد بن یحییٰ
 سے، انہوں نے احمد بن محمد بن عمر بن
 خلاصہ سے روایت کی کہا۔ میں نے
 حضرت علی علیہ السلام سے حکام کے
 لئے اکراؤ اکڑے ہونے کے بارے میں
 پوچھا تو ابو جعفر نے فرمایا: "تقیہ میرا
 اور میرے باپ دادا کا دین ہے اور
 جس کا تقیہ پر اعتقاد نہیں، اُس کا
 ایمان نہیں۔"

ای دور روایتوں سے آفتاب کی
 مانند روشن ہو جائے کہ جو شخص تقیہ نہ
 کرے بے دین و ایمان ہے۔

اب حضراتِ شیعہ سے گزارش
 ہے کہ اگر تقیہ یہی ہے تو پھر تو امام حسین
 رضی اللہ عنہ کا ایمان پر خاتمہ معلوم ہے

ہشام بن سالم عن ابن
 ابی بکر الاعرجی قال
 قال ابو عبد اللہ یا ابا
 عمران تسعة اعشار الدین
 فی التقیة ولا دین لمن لا تقیة
 له والتقیة فی کل شیء حتی
 فی المسح علی الخفین۔

روایت دیگر: عن محمد
 بن یحییٰ عن احمد بن
 محمد بن عمرو بن خلاد
 قال سالت ابا الحسن
 علیہ السلام عن القیام
 للولایة فقال ابو جعفر
 التقیة دینی و دین ابائی
 ولا ایمان لمن لا تقیة
 له۔

ازیں دور روایت مثل آفتاب
 روشن می بر آید کہ ہر کہ تقیہ نہ کند،
 بی دین و ایمان است۔

اکنون از حضراتِ شیعہ التماس
 است کہ اگر ہمیں تقیہ است حُسن
 خاتمہ حضرت امام الشہداء معلوم

چہ جائیکہ شہادت - وظاہر است کہ دریں دور روایت یہ سچ گو نہ گنجائش تاویل یا تخصیص نیست - اگر تاویل فرمایند یا تخصیص بعدوی شخصی نمایند، مسموع نخواہد بود - اکنون ازیں چارہ نیست کہ مذہب اہل سنت اختیار کنند - و اگر از اتباع حق عار و انکار است لاجرم از انہم دوازده گانہ کل یازده باقی خواہند ماند - اندرین صورت انکار از حق و اصرار بر مذہب باطل لاجرم خواہد آمد - چہ حضرت امام را دریں ضیق و ناچاری کہ قابل سی ہزار فوق جزا چند معدود بودند و انہم یہی بعد دیگرے شریعت شہادت چشیدند تقیہ لازم بود - اگر اول امر امید بود در آخر وقت کہ ہیچ کس نہاند تقیہ لازم افتادہ بود -

من آنچه شرط بلاغ امت باتو میگویم
تو خواہ از سخنم پسند گیر خواہ طال
و جواب دیگر انشاء اللہ تعالیٰ

شہادت تو کہاں - اور ظاہر ہے کہ ان روایات میں کسی قسم کی تاویل یا تخصیص کی گنجائش نہیں ہے - اگر وہ تاویل کریں یا کسی شخص اور عدد کی تخصیص کریں تو قابلِ سماعت نہ ہوگی - اب اس کے سوا چارہ نہیں ہے کہ اہل سنت کا مذہب اختیار کریں - اور اگر حق کی پیروی سے انہیں شرم آتی ہے یا انکار ہے تو پھر تو یقیناً بارہ اماموں میں سے کل گیا رہ جائیں گے - اور اس صورت میں حق سے انکار اور جھوٹے مذہب پر ضد لازم آئے گی - کیونکہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو اس ہی اور مجبوری میں کہ تیس ہزار فوج کثیر کے مقابلے میں چند گنتی کے آدمی تھے، اور وہ بھی سب شہید ہو چکے تھے، تقیہ کرنا ضروری تھا - اگر شرع میں غلبہ کی امید تھی تو آخری وقت میں جب کوئی نہ رہا تھا، تقیہ کرنا ضروری تھا -

جہانگیر تبلیغ کے شرط ہے میں تم سے کتابوں
تم خواہ میری بات سے نصیحت اختیار کرو یا رنج
اور دوسرا جواب انشاء اللہ تعالیٰ

بشرط فرصت عنقریب بہ نظر گرامی سے
گذرے گا، نا اُمید نہ ہوں۔

یہ دو روایتیں جو کہ قتل کی گئیں
ہیں، اگر ان کے جھوٹ ہونے کا شک ہو
تو مطابق کر لیں۔ اگر تمہارے پاس
کافی کلینی نہ ہو تو طہران کا چھپا ہوا نسخہ
بہارے پاس موجود ہے، ملاحظہ کریں۔

اے اللہ ہمیں حق دکھا دے اور
اس کے پیچھے چلنے کی توفیق عطا فرما اور جھوٹ
کو جھوٹ کہے دکھائے اور اس سے بچنا
نصیب فرما اور ہماری آخری عایدہ ہے کہ
تمام تعریفیں رب العالمین کیلئے ہیں۔ فقط۔

بشرط فرصت عنقریب بہ نظر سامی
خواہ گذشت لَا تَقْنَطُوا

اس دور وایت کہ قتل کر دہ شد
اگر احتمال و روغ باشد بمطابق
نمائند۔ اگر نزد شہا کافی کلینی نباشد
نسخہ مطبوعہ طہران نزد ما موجود
است، ملاحظہ نمایند۔

اللهم ارنا الحق حقا
وارزقنا اتباعه وارنا الباطل
باطلا وارزقنا اجتنابه واخرو
دعوانا ان الحمد لله رب
العالمین۔ فقط

والحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی رحمة للعالمین۔

مترجم محمد انوار الحسن شیر کوٹی

مسئلہ خلافتِ امامت پر محققانہ اور لاجواب کتاب

مطرقة الکرامہ علی مرآة الامامہ

تصنیف بطیعت شیخ المشائخ رئیس المعتمدين ہرچ المناظرین در بدۃ الفقہاء
حضرت مولانا ابوالبرکات خلیل احمد محدث سہارنپوری ثم المدنی رحمۃ اللہ علیہ

مصنف بذل المجهود وشرح سئل الی داؤد دعویٰ

مقدرا ز قلم الحاج حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب بد ظلم مکیاں

مرکزی امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان

جو کہ تقریباً ایک صدی کے بعد پہلی مرتبہ زیر طبع سے آگامی ہو کر منظر عام پر آئی ہے

قیمت :-

چوتھے خلیفہ راشد حضرت علی الرضی رضی اللہ عنہ اور شہادت و موقف امام حسین رضی اللہ عنہ

کی وضاحت اور خوارج و نواصب

محمود عباسی مولانا محمد اسماعیل سندیلوی اور عظیم الدین غیر حامیان یزید کا مسک و قفاور

خارجی فتنہ

از قلم فیض رقم

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب بد ظلم امیر تحریک اہل سنت پاکستان

حصہ اول جلد صفحات ۶۲۴ قیمت ۱۰/- حصہ دوم (زیر طبع)

ملک کاتبہ سنتی دارالاشاعت جامع مسجد نوابین کبیر آباد و صدر وڈ لاہور